شہری

CITIZENS FOR A BETTER ENVIRONMENT

شہری

شہری برائے بہتر ماحول

جولائی تا دسمبر ۲۰۲۲ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے......
مارگریٹ میڈ

کراچی کے پارکس۔ سرنگ کے آخری کونے پر روشنی، لیکن اس کی دیکھ بھال ہی کامیابی کا کلیدی عنصر ہے

سلیقہ انور اور حوا فضل

کراچی کے تمام پارکس، جس کی اراضی کا حجم ایک ایکڑ سے زائد ہے، جو کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن (کے ایم سی) کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ مذکورہ پارکس کا اختیار پبلک ٹرسٹ نظریہ کے تحت کے ایم سی کے پاس تفویض کئے گئے ہیں، جس کا مقصد یہ ہے کہ بعض قدرتی وسائل کو مفادِ عامہ سمیت آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ بنانا ہے تاکہ وہ اس سے مستفید ہوسکیں۔

کے ایم سی کی ویب سائٹ کے مطابق مذکورہ محکمہ کے ایم سی 46 پارکوں اور 831.18 ایکڑ رقبہ کا ذمہ دار ہے۔

برسوں سے کے ایم سی نے پارکوں کی دیکھ بھال نہیں کی اور ہرے بھرے پارکوں پر تجاوزات قائم ہوتی چلی گئیں یا پھر وہ اسی حالت میں پڑے ہوئے ہیں کہ پارکس مفادِ عامہ کے لیئے ناقابلِ استعمال ہیں۔ 130 ایکڑ پر محیط باغ ابنِ قاسم اور جہانگیر کوٹھاری پارک کسی زمانے میں کراچی میں 'شوپیس' کے مانند تھے، لیکن آج یہ خستہ حال بنے ہوئے ہیں۔ پارک کے چاروں اطراف حفاظتی دیواریں منہدم ہوچکی ہیں، لائٹس غیر فعال اور گھاس سے متعلق یہ قیاس کیا جائے کہ اس سے برسوں سے آگاہی نہیں۔ اس لئے یہ پارک محض کچرے کے ڈھیر کے مانند ویران ہوکر منشیات کے عادی افراد کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ پارک کو پہلی مرتبہ 2007ء میں اور پھر 2019ء میں تیار کیا گیا تھا، لیکن لاکھوں روپے کی سرمایہ کاری کرنے کے باوجود متعلقہ محکمہ کے افسران و عملے نے پارک کی حالت کو برقرار رکھنے کی کوئی زحمت گوارا نہیں کی۔ پارکس کے عملے کی شدید کمی ہے جبکہ جو ملازم یہاں تعینات کئے گئے ہیں وہ خوردبین سے بھی نظر نہیں آتے۔ ڈائریکٹر جنرل پارکس نے غیر فعال پارکوں کی اہم وجہ فنڈز کی کمی قرار دیا ہے۔

ٹیکس دہندگان کے کروڑوں روپے کی رقم پارک بنانے کے لئے خرچ کرنا اور اس کی دیکھ بھال نہ کرنا سخت غفلت اور صریحاً غلط ہے۔

طاقت کا بے جا استعمال

گلشنِ اقبال میں واقع 152 ایکڑ پر محیط الہٰ دین پارک پر الہٰ دین شاپنگ مال اور پویلین اینڈ کلب نے تجاوزات کی بھرمار کر دی تھیں۔ 14-06-2021 کو جسٹس گلزار احمد کے تحریر کردہ ایک عدالتی حکم نامے میں معزز عدالت نے حکم صادر کیا کہ ''الہٰ دین پارک کو اسی حالت میں لایا جائے جس کا اصل منصوبہ بنایا گیا تھا''۔ سپریم کورٹ کی جانب سے کے ایم سی کے منتظمین کو اپنے حکم پر عمل درآمد کیلئے متعدد نوٹسز کے بعد کے ایم سی کی انتظامیہ نے گذشتہ سال پارک کو اصل حالت میں بحال کیا تھا۔

اندرونی صفحات

ٹرانس جینڈرز 06
ترقی کا بھاری ٹول 08
کراچی میں پنک بس چلے گی 15
غیر قانونی پلاٹس کی کہانی 18

شہری

R-88، بلاک 2، پی ای سی ایچ ایس،
کراچی 75400، پاکستان
ٹیلی فون/فیکس: +92-21-34 53 06 46
E-mail: info@shehri.org
Url: www.shehri.org

اِدارتی مشاورت: شہری۔سی بی ای ٹیم
اِدارتی اسسٹنٹ: حوا فضل

انتظامی کمیٹی:
چیئرپرسن: سمیر حامد ڈوڈھی
وائس چیئرپرسن: سلیقہ انور
جنرل سیکریٹری: امبر علی بھائی
خزانچی: عامرہ جاوید
ارکان: دانش آذر زوبی، محمد علی رشید اور انجینئر پرویز صادق

بانی اراکین:
مسٹر خالد ندوی، بیرسٹر قاضی فائز عیسیٰ، حمیرا رحمٰن، دانش آذر زوبی، نوید حسین، بیرسٹر زین شیخ اور قیصر بنگالی

شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر: سرور خالد
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: محمد ریحان اشرف
اکاؤنٹ کنسلٹنٹ: عرفان شاہ
آفس اسسٹنٹ: محمد طاہر
آفس بوائے: خورشید احمد

قلمکاروں کے لیے ہدایات:
آپ بھی 'شہری' کے لیے لکھ سکتے ہیں۔ اس ضمن میں معلومات کے لیے 'شہری' کے دفتر سے رابطہ قائم کریں۔ ایڈیٹر/ ادارتی عملے کا اس خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

PRODUCTION:
Saudagar Enterprises
Web: www.saudagar.com.pk
Cell: 0333-2276331

مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن

تاہم، کراچی میں 19 جنوری 2023 کو منعقدہ ایک اجلاس میں صوبائی وزیر برائے ٹرانسپورٹ جناب شرجیل میمن نے کہا کہ کے ایم سی نے الہٰ دین پارک کی زمین کا ایک ٹکڑا کراچی ٹرانس بس ڈپو اور بائیو گیس پلانٹ کی تعمیر کیلئے دیا ہے۔

کے ایم سی کو پارک کی زمین کا ایک ٹکڑا کسی کو دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے، ان کا دائرہ اختیار محض پارک کی دیکھ بھال اور ترقی تک محدود ہے۔ کے ڈی اے آرڈر رول 5 کے تحت یہ واضح طور پر درج ہے کہ مذکورہ پارکوں کی زمین کی منتقلی کسی بھی صورت میں نہیں کی جاسکتی۔

بائیو گیس پلانٹ بنانا، جو کہ ایک دھماکے، دم گھٹنے، بیماری اور ہائیڈروجن سلفائیڈ زہر کا سبب بن سکتا ہے، پارک کے قریب اور شہری علاقوں میں اور شہریوں سے گنجان علاقوں میں ہوا کے تسلسل میں رکاوٹ کا سبب بن سکتا ہے اور یہ عمل غیر قانونی ہے۔

اس کا حل مینٹینس ہے

کے ایم سی بار بار پارکوں کی دیکھ بھال میں اپنا کام کرنے میں ناکام رہا ہے، جس کے نتیجے میں ان پارکوں کی ترقی کے لئے ٹیکس دہندگان کی کروڑوں روپے کی خطیر رقم ضائع ہو رہی ہے۔ کراچی میں پارکس شہر قائد کے مکینوں کیلئے انتہائی ضروری ہیں، کیونکہ انہیں آکسیجن میسر ہونا، آلودگی سے نجات ان ہرے بھرے پارکوں کے توسط سے ہی ممکن ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ حکومت ان تمام پارکوں کو ہرا بھرا رکھنے سمیت ان کی حفاظت کے لئے اقدامات کرے۔

ان پارکوں کو برقرار رکھنے کیلئے شہری احساس اور کمیونٹی خدمات کے تحت کمیونٹی / کے ایم سی کی شراکت داری بھی ضروری ہے۔

یہ سب کہنے کے بعد، سرنگ کے آخر میں روشنی ہے!!! کچھ بہتر کام بھی ہونے چاہئیں۔

کڈنی ہل کی مثال لے لیں

شہری برائے بہتر ماحول۔شہری عدالت میں گئی اور کڈنی ہل سے زیادہ تر تجاوزات کو ہٹانے میں کامیاب ہوگئی، جس کے نتیجے میں یہ پارک آج ایک ہرے بھرے جاذب نظر، خوبصورت شہری جنگل کی شکل میں موجود ہے۔

کے ایم سی نے حال ہی میں کڈنی ہل پارک میں ایک خوبصورت آبشار بھی بنائی ہے۔

کڈنی ہل پارک۔

کڈنی ہل پارک۔

کڈنی ہل پارک۔

جنگلی پرندوں کی افزائش اور ان کو راغب کرنے کیلئے پارک میں پرندوں کا پنجرا بنانے کا منصوبہ بھی جاری ہے۔

متعدد شہریوں نے بھی انتھک کوششوں سے متعلقہ حکام کے تعاون سے اپنے علاقوں میں پارک تیار کئے ہیں۔

اس کی مثال ہے، باتھ آئی لینڈ پارک جو 17 ویں اسٹریٹ واقع ہے، اس پارک میں توڑ پھوڑ کی گئی تھی اور وہ خستہ حالت میں تھا، کیونکہ کے ایم سی نے نامعلوم وجوہات کی بناء پر وہاں تعینات حفاظتی گارڈز اور باغبان کو واپس لے لیا تھا۔

باتھ آئی لینڈ کی رہائشی اور شہری کی رکن سلیقہ انور نے ایک سال کی مہم جوئی کے بعد کراچی کی نامور جامعہ کے طلباء کے ایک گروپ کی مدد سے علاقے کے ماحول، مکینوں کی ضروریات اور کچی آبادی کا مطالعہ کیا۔

جس کے نتیجے میں پارک کی ترتیب کے ساتھ ساتھ پارک سے متعلق ایک جامع رپورٹ بھی سامنے آئی۔ انہوں نے اپنی رپورٹ کے ایم سی حکام کو پیش کی اور اس کی ایک کاپی سابق یوسی ناظم اور پاکستان پیپلز پارٹی کے سینئر رہنما جناب نجمی عالم کو بھی دی ہے۔

جناب نجمی عالم نے پہل کی اور پارک کی دوبارہ تعمیر کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اس کیلئے مختص فنڈز حاصل کئے اور کامیابی سے پارک بنادیا۔ اس وقت سوسائٹی کی مینجنگ کمیٹی سلیقہ انور کی رہنمائی کے ساتھ مذکورہ پارک کی دیکھ بھال کے فرائض انجام دے رہی ہے۔

پارک از سر نو تعمیر کے بعد

تعمیر سے قبل پارک کی حالت

از سر نو تعمیر کے بعد پارک کی حالت

تعمیر کے بعد پارک

پارک کے افتتاح کے بعد سے، سوسائٹی کے مکین مذکورہ پارک سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔شہری فجر کی نماز کے بعد سے سیر کیلئے آتے ہیں، اور پھر شام کے وقت پارک میں بچوں اور خواتین کے باہمی طور پر کھیل سے متعلق خوبصورت مناظر دیکھے جاسکتے ہیں، مرد حضرات ہوا کے جھونکوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں جبکہ پارک کے ایک محفوظ ماحول میں خواتین، بچے، بزرگ اور شہری چہل قدمی کررہے ہوتے ہیں۔ پارک کیلئے گارڈز حکومت فراہم کرتی ہے، لیکن باغبان کی تنخواہ کے ایم سی ادا کررہی ہوتی ہے۔

پہلے: پارک کی تعمیرِنو سے قبل مالی (باغبان) کا کمرہ

بعد: پارک کی ازسرِنوتعمیر کے بعد مالی (باغبان) کا کمرہ

پھلوں کے درخت اور سایہ دار درخت اب بہار اور گرم موسم کی آمد کے ساتھ بہتر نشوونما پاتے ہیں۔ سبزیوں کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی ہے۔جس کا کام جاری ہے۔ کے اے اِی ایچ ایس میں شہری سے تعلق رکھنے والی مسز عامرہ جاوید کی انتھک کوششوں سے ایک اور بہتر پارک مکمل ہوا۔

یہ ایک قائم شدہ پارک ہے اور وہاں قرب وجوار کے مکین باقاعدگی کے ساتھ آتے ہیں۔

خواتین پارک، کے اے ای سی ایچ ایس۔

خواتین پارک، کے اے ای سی ایچ ایس۔

حالی روڈ کے مکینوں کا ایک اور بہتر کام یہ ہے کہ انہوں نے پی ای سی ایچ ایس روڈ کے میدان پر درخت سے متعلق شجر کاری کی ہے۔آج کے نظام کے تناظر میں روڈ کے میدان بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ہمارے ملک میں گلوبل وارمنگ تمام عوامل کے ساتھ ہماری دہلیز پر دستک دے رہی ہے۔ میدانی سڑک کی خوبصورتی اورزمین کی تزئین کا ایک موقعہ فراہم کرتے ہیں، جس میں بہت سے پودں سمیت دیگر درختوں کی انواع اقسام راستے کے ساتھ لگائی جاتی ہیں۔

ماحول کوخوبصورت بنانے کے ساتھ ساتھ یہ پودے گاڑیوں سے خارج ہونے والی کاربن ڈائی آکسائیڈ کو بھی جذب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ ماحول میں ٹھنڈی چھاؤں کی فراہمی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں،اسی طرح شہر میں غیر معمولی گرمی کے درجہ حرارت کے اثرات کوکم کرتے ہیں۔

سڑک کے بیچوں بیچ درخت خوبصورتی اور سکون کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

حالی روڈ، بلاک 2، پی، ای، سی، ایچ، ایس

ڈپٹی کمشنر سینٹرل جناب طٰہٰ سلیم نے اپنے دائرۂ اختیار میں آنے والے تمام پارکوں کی از سر نو تعمیر کی ہے اور ان کی دیکھ بھال بھی کی جارہی ہے۔اس کہانی کی کامیابی سے متعلق یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاں خواہش ہوتی ہے، وہاں تمام مشکلات کے باوجود کام کرنے کے دیگر طریقے بھی موجود ہوتے ہیں۔ ایک صحت مند کمیونٹی کیلئے پارک کا ہونا انتہائی ضروری ہوتا ہے،اس کے بہتر اور ماحول دوست ہونے کیلئے مسلسل دیکھ بھال پر توجہ مرکوز کرنی چاہیئے۔

خواجہ سرا: غلط فہمی اور غنڈہ گردی

روز مستانی

پاکستان میں ٹرانس جینڈر کمیونٹی طویل عرصے سے امتیازی سلوک اور تعصب پرستی کا شکار رہی ہے۔انہیں مستقل بنیادوں پر مختلف اقسام کے تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حکومت خواجہ سراؤں کو قومی دھارے میں لانے کیلئے اقدامات کررہی ہے،لیکن اس حوالے سے حکومت کو مزید بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

حکومت کے ایک مثبت قدم میں پاکستان میں ہونے والی 2018ء کی مردم شماری میں پہلی مرتبہ انہیں خواجہ سرا کمیونٹی کے طور پر شمار کیا گیا، جبکہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے نادرا کو شناختی کارڈ میں تیسری جنس کے طور پر انہیں رجسٹرڈ کرنے سے متعلق ہدایت کی تھی۔ پاکستان میں ایک تاریخی قانون 'ٹرانس جینڈر پرسنز' (پروٹکیشن آف رائٹس) متعارف کرایا گیا ہے، مذکورہ ایکٹ کی قانونی حیثیت یہ ہے کہ انہیں خود سمجھ بوجھ کے مطابق صنفی شناخت اختیار کرنے کی اجازت حاصل ہے، جبکہ قانون امتیازی سلوک سے منع کرتا ہے۔ قانون امتیازی سلوک کی بنیادوں پر حوالہ بھی فراہم کرتا ہے۔مثال کے طور پر تعلیمی اداروں میں غیر منصفانہ سلوک، ملازمت، صحت کی دیکھ بھال، سفری سہولیات،سرکاری یا نجی اداروں میں عہدہ رکھنے کے متعلق ٹھوس اقدامات کرنے سمیت قانون حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ خواجہ سراؤں کی فلاح، بہبود کیلئے اقدامات کرے، بشمول تعلیم ،صحت، وراثت سمیت تمام دیگر بنیادی حقوق کو یقینی بنانا ہوگا، جبکہ کسی کو بھیک مانگنے پر مجبور کرنا بھی قانون کے مطابق صریحاً جرم ہے۔

ا سرا کومعا رربا ا ر کے ا س ا ل ا سرا کے سا (2 لا ،22 2 ر باد)

یہ قانون وفاقی قانون ہے اور اس کا اطلاق ملک بھر میں ہوگا۔ تاہم، تعلیم ،صحت، جیلوں سے متعلق بعض حصوں کے حوالے سے قانون سازی کی مزید ضرورت ہے، کیونکہ یہ 18 ویں ترمیم کے بعد صوبائی معاملات میں شامل ہوگئے ہیں۔

سندھ اسمبلی حال ہی میں پاکستان کی پہلی صوبائی اسمبلی بن گئی جس نے سندھ سول سرونٹ ایکٹ 1973ء میں ترمیم کے ذریعے پسماندہ طبقہ 'خواجہ سراؤں' کیلئے 0.5 فی صد مکانی نظام سمیت ملازمتوں کا کوٹہ مختص کیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی ایک عہدے پر 200 نشستوں کا اعلان کیا جائے گا، تو ان میں سے ایک نشست ٹرانس جینڈر کمیونٹی کیلئے مخصوص کی جائے گی۔تاہم ملازمت کے مذکورہ کوٹے سے مکمل طور پر مستفید ہونے کیلئے خواجہ سراؤں کیلئے تعلیم کے بارے میں آگاہی کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے، تاکہ اہل امیدواروں کی دستیابی ممکن ہوسکے۔ دوسرے صوبوں کو بھی اس طرح کی پیروی کرنی چاہیے اور خواجہ سراؤں کیلئے ملازمت کا کوٹہ بھی مختص کرنا چاہئیے۔

حال ہی میں سندھ حکومت کی جانب سے خواجہ سراؤں کیلئے مخصوص کردہ کوٹے کے تحت مقامی حکومتوں، و دیگر محکموں میں عمل نہیں ہوسکا۔ اگر اس پر عمل ہوتا تو اس سے مقامی کونسلوں میں ٹرانس جینڈر کی آواز کو متعارف کرانے میں مدد مل سکتی تھی۔

ایک خواجہ سرا کارکن ثناء خان کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ : جب حکومت ہمیں قبول کرنا شروع کرے گی تو معاشرہ بھی اس کی پیروی کرے گا۔ اس لئے ذمہ دار ہمارے ملک کی حکومت ہے، اسے چاہئے کہ وہ خواجہ سرا کمیونٹی کی حوصلہ افزئی کرے اورانہیں مرکزی دھارے میں لانے کیلئے بالخصوص پالیسیاں مرتب کرے۔

سب سے پہلے اور اہم بات یہ ہے کہ مالی طور پر ترقی کے مواقع کی فراہمی انتہائی ضروری ہے۔ ٹرانس جینڈر کمیونٹی کو محض ناچنے یا بھیک مانگنے

تک محدود نہیں رکھا جاسکتا۔حکومت چھوٹے کاروبار شروع کرنے کیلئے ٹرانس جینڈر کمیونٹی کیلئے قرضے متعارف کرواکران کی فلاح و بہبود کو فروغ دے۔ روزگار کے مواقع کے حوالے سے سندھ حکومت نے کوٹہ مختص کیا ہے، لیکن تمام اشتہارات میں اس کا تذکرہ بھی کرنا چاہئے تاکہ سرکاری محکموں میں بھی اس بارے میں آگاہی ہوسکے۔

خواجہ سرا کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے بزرگ شہریوں کو ماہانہ وظیفہ فراہم کیا جانا چاہئے، احساس جیسے فلاحی پروگراموں میں ان کی شمولیت کو یقینی بنایا جائے اور اسے لازمی قرار دیا جائے۔مزید برآں کہ کراچی اور حیدرآباد جیسے بڑے شہروں میں خواجہ سرا کمیونٹی کیلئے شیلٹر ہوم بھی ہونے چاہئیں۔

ثناء خان نے سماجی ناانصافیوں سے متعلق بات کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ وہ اپنے خاندانی شجرہ کے بارے میں مزید جاننے میں دلچسپی اور تجسس رکھتی تھی کہ آیا اس کے بھائی اور بہنیں موجود ہیں، اس حوالے سے انہوں نے نادرہ دفتر کا دورہ کیا تو مایوسی ہوئی۔انہوں نے کہا کہ خود کی طرح ٹرانس جینڈر کمیونٹی کے بہت سے لوگ اپنے خاندانوں سے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ٹرانس جینڈر بچوں کے والدین کو اس حوالے سے انکار یا انہیں مسترد نہیں کرنا چاہئیے۔انہوں نے کہا کہ حال ہی میں کراچی میں ٹرانس جینڈر کمیونٹی مختلف شعبوں میں کام کرتی ہوئی پائی جاتی ہے۔شاپنگ مالز میں موجود دکانوں میں ان کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئیے تاکہ ان کو روزگار کے مواقع میسر آسکیں، اس کے علاوہ کارپوریشنز کو بھی اسامیوں پر خواجہ سرا کمیونٹی کی نمائندگی اور حوصلہ افزائی جیسے اقدامات کا کارپوریٹ سوشل ریسپانسی بیلٹی (سی ایس آر) کے طور پر کرنے چاہئیں۔

یہ نوٹ کرنا بھی حوصلہ افزا ہے کہ خواجہ سرا کمیونٹی بھی دقیانوسی تصورات سے کنارہ کش ہونے کیلئے کوشش کررہی ہے۔سارہ گل جو کہ پاکستان میں پہلی خواجہ سرا ڈاکٹر ہیں، وہ جناح میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج، کراچی میں کام کررہی ہیں، جبکہ نشاء راؤ بھی پاکستان میں پہلی خواجہ سرا ہیں جو کہ ایک پیشہ وروکیل کے طور پر کام کررہی ہیں، اسی طرح کامی سڈ خواجہ سرا ایک ماڈل، اور مارویہ ملک بھی ایک اینکر پرسن ہیں، جبکہ ثناء خان ایک معروف خواجہ سرا ہیں جو سماجی کارکن کی حیثیت سے کام کررہی ہیں، یہ تمام خواجہ سرا حوصلہ افزائی کی شاندار علامت کے طور پر سرگرم عمل ہیں۔

معاشرے کو بھی خواجہ سراؤں سے متعلق رویوں میں تبدیلی اور منصفانہ احترام کے ساتھ پیش آنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آئین پاکستان میں تمام شہریوں کو مساوی بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔خواجہ سرا کمیونٹی کے افراد سمیت ہر ایک شہری کے ساتھ اختیار کئے گئے امتیازی سلوک سے متعلق رونما ہونے والے منفی رجحانات سے متعلق واقعات رپورٹ ہوتے رہے ہیں، ایسے معاملات میں زیرو ٹالرنس ہونا چاہئیے۔ اب وقت آگیا ہے کہ پاکستانی معاشرے کو نظر انداز کردہ کمیونٹی کی فلاح و بہبود سے متعلق حقیقی طور پر کام کرنا چاہئے، اور ریاست کو بھی خواجہ سراؤں کے حقوق کے تحفظ اور فروغ کیلئے موجود قوانین کا اطلاق کرنا چاہئیے۔اگر خواجہ سرا کمیونٹی کو سازگار ماحول فراہم کیا جائے تو وہ بھی ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں۔

ترقی کا جنون، کراچی کے ساحل پر بھاری نقصان

عنیب اعظم

ہماری تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان میں کچھ مہنگی جائیدادیں بنانے کی جلدی میں ماحولیاتی نظام اور ذریعہ معاش کو تباہ کیا جارہا ہے۔ اور تباہی کے خطرے میں اضافہ ہوگیا ہے۔ رمضان کے موقع پر کراچی میں اپریل کا ایک روشن اور پُرنم دن ہے۔ مسلم اسحٰق دن بھر کی ماہی گیری کے بعد ابھی ابھی ابراہیم حیدری میں جیٹی پر واپس آیا ہے اور اپنی کشتی باندھ رہا ہے۔ وہ اور اس کے ساتھی پاکستان کے جنوبی ساحل پر واقع ضلع کورنگی کے چھوٹے سے گاؤں سے صبح چار بجے مچھلی کے شکار کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ وہاں زیادہ تر خاندانوں کا انحصار ماہی گیری پر ہے۔

ہماری تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان میں کچھ مہنگی جائیدادیں بنانے کی جلدی میں ماحولیاتی نظام اور ذریعہ معاش کو تباہ کیا جارہا ہے۔ اور تباہی کے خطرے میں اضافہ ہوگیا ہے۔

اسحٰق کی کشتی کے اندر تقریباً 700 کلومیٹر جیلی فش موجود ہے۔

آٹھ گھنٹے تک سمندر میں رہنے کے باوجود اسحٰق اور اس کے ساتھیوں کے تین ارکان کسی بھی چیز کو پکڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکے اور وہ مایوسی کا شکار ہیں۔ جبکہ اس سے بھی بدتر، وہ کہتے ہیں ۔اب یہ معمول بن گیا ہے۔

کورنگی سے دریا، نالے بہتے ہیں، جبکہ ضلع سیلاب کا شکار ہے۔ یہاں زندگی مشکلات میں گھری ہے۔ ماہی گیروں کو ماضی میں جیلی فش کے شکار کیلئے یہاں آکر آباد ہونا یاد نہیں ہے۔ لیکن انہیں گذشتہ پندرہ برسوں سے مشکلات کا سامنا کرپڑ رہا ہے۔

اسحٰق کا کہنا ہے کہ مقامی مارکیٹ میں جیلی فش فی کلوگرام (تقریباً 0.15 امریکی ڈالر) تقریباً 30 روپے پاکستانی میں فروخت ہوتی ہے۔ اس کے مدمقابل سب سے سستی مچھلی کم ازکم 500 روپے میں فی کلوگرام (2.30 امریکی ڈالر) میں فروخت ہوتی ہے۔

اسحٰق کہتے ہیں کہ ’’کچھ دہائیاں قبل مچھیرے جیلی فش کو پکڑنے کے بارے میں سوچتے بھی نہیں تھے۔ یہ سب بیکار چیز ہے۔ اب ہمارے پاس سمندر کے اس حصے میں کوئی مچھلی دستیاب نہیں ہے۔ لیکن شکر ہے چین سے جیلی فش کی مانگ میں اضافہ ہوا ہے۔ گذشتہ 40 برسوں میں جیسا کہ کراچی کے ساحل کا ایک بڑا علاقہ تیزی سے ترقی کررہا ہے۔ 1980ء کی دہائی میں ماہی گیروں نے دی تھرڈ پول کو آگاہ کیا تھا کہ انہوں نے سب سے پہلے ساحلی علاقے میں کچھ حصوں پر بڑے چٹانوں، کنکروں اور ریت کے ڈھیر دیکھے ہیں۔ جس پر ممکن ہے کہ لگژری ہاؤسنگ، گولف ریسٹورینٹس اور تفریحی مقامات تعمیر ہوں گے۔

سب سے زیادہ متاثر ہونے والے مقامات میں سے ایک گذری کریک کا علاقہ بھی ہے۔ جو ایک سمندری راستہ ہے۔ یہاں کبھی کراچی کے ارد گرد مینگروز کے جنگلات کے ایک منفرد ویٹ لینڈ ماحولیاتی نظام کا حصہ ہوتا تھا۔ پاکستان کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشیانوگرافی کے سینیئر ریسرچ افسر ابراہیم نے دی اور تھرڈ پول کو بتایا کہ 1986ء میں اس واٹر چینل نے پیسوں کی خاطر تقریباً 14 مربع کلومیٹر اراضی پر قبضہ کیا تھا۔ ابراہیم ضیاء نے اندازہ لگایا کہ اب یہ سکڑ کر محض 11 مربع کلومیٹر رہ گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی (ڈی ایچ اے) جو پاکستانی فوج کی ملکیت، ایک رئیل اسٹیٹ ڈیویلپر ادارہ ہے اس کی جانب سے تعمیراتی کاموں کے لئے آبی گزرگاہ سے 500 فٹ سے زائد رقبے پر مشتمل میدان کا حصہ لے لیا ہے۔

کراچی میں ڈی ایچ اے کی جانب سے بنائی گئی کالونیاں اب پاکستان کے سب سے بڑی اور مہنگی کالونیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ کراچی کے ساحل پر جاری ترقی کا جنون نہ صرف سمندری ماحولیاتی نظام اور مقامی ذریعۂ معاش کو متاثر کررہا ہے۔ بلکہ مون سون کے موسم میں بارش کے سیلاب کا سبب بھی بن رہا ہے۔ یہ جنون شہر کے مکینوں کو سطح سمندر میں اضافے کے خطرے میں ڈال رہا ہے اور کراچی کی ساحلی پٹی کے اس حصے میں سینڈ پٹ کی تقسیم کو تبدیل کررہا ہے۔

زمین کی بحالی کے چالیس سال

1980ء میں محمد ضیاء الحق جو اس وقت ایک فوجی آمریت کے طور پر حکومت کر رہے تھے۔ ساحلی دلدل علاقے کی وجہ سے تعمیر پیچیدہ تھی۔ فیز 8 کے مختلف مراحل میں متعدد پراجیکٹس پر مشتمل ہے۔ جہاں سڑکیں، سینما، ہسپتال، اسکول، کلب اور شادی ہال تعمیر ہو چکے ہیں، زمین سیکشن ہے جسے ایک اور رہائشی ترقی جسے E8 کہا جاتا ہے۔

دہلی میں واقع رئیل اسٹیٹ ڈیولپمنٹ کمپنی عمار پراپرٹی کا ذیلی ادارہ عمار پاکستان

ی ا اے کے و ا کر والا راعلا ، کی سر ری کریک اور ع سے ۔گرا ل

انہوں نے کراچی میں 50 مربع کلومیٹر سے زائد پھیلے ہوئے علاقے میں ڈی ایچ اے بنانے کا صدارتی حکم نامہ جاری کیا۔ ڈی ایچ اے کو ماسٹر پلاننگ کے اختیارات بھی تفویض کیے گئے۔

ڈی ایچ اے کی ترقی اس وقت تک وسیع موضوع نہیں تھی۔ جب تک کہ اس نے 2007ء میں فیز 8 پر تعمیراتی کام شروع نہیں کیا۔ یہ ترقی بحیرہ عرب اور گذری کریک سے منسلک تقریباً 20 مربع کلو میٹر رقبے پر پھیلی ہوئی تھی۔ اصل میں ڈی ایچ اے کے ماسٹر پلان کا حصہ ہی نہیں تھی، جیسا کہ کا ایک بڑا رقبہ ابھی تک خالی پڑا ہے۔

موجودہ تعمیر کا زیادہ تر کام بحیرہ عرب اور گذری کریک کے کنارے پر دوبارہ حاصل کی گئی زمین پر ہو رہا ہے۔ اس میں دو گایٹڈ ہائی رائز ڈیولپمنٹ شامل ہیں۔ عمار پاکستان اور ایچ ایم آر واٹر فرنٹ، جن کی تعمیر 2008ء میں شروع ہوئی تھی۔ ساتھ ہی ڈی ایچ اے کے فیز 8 کا چھٹا میں 30 ایکڑ سے زائد پر حصے پر مشتمل ہے۔ جبکہ ایچ ایم آر واٹرفرنٹ (ایچ ایم آر گروپ کا حصہ) 13 ایکڑ سے زیادہ پر محیط ہے۔ گوگل ارتھ استعمال کرتے ہوئے تھرڈ پول نے اندازہ لگایا کہ فیز 8 کے تحت گذری کریک سے E8 تک کا ایریا دوبارہ دعویٰ کیا گیا تھا جس کا رقبہ تقریباً 6.3 مربع کلومیٹر ہے۔

پاکستان نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشیانوگرافی کے اندازوں کے مطابق 2000ء اور 2022ء کے درمیان ریک میں مینگروز کے ایریا میں 15 فیصد کمی ہوئی ہے۔

گذری کریک کی ترقی اس کے ماحول کو تباہ کر رہی ہے

1970ء اور 1980ء کی دہائیوں میں، ماہی گیر مسلم اسحٰق کہتے ہیں کہ گذری کریک مچھلیوں سے بھرا ہوا تھا۔

اس وقت ضلع کورنگی کی آبی گزرگاہوں میں ہزاروں مینگروز خوبصورت نظارہ پیش کررہے تھے۔ یہ اپنی پیچیدہ جڑوں سے متعلق نظام کے ساتھ مچھلی بالخصوص جھینگے کی دوسری نسل تصور کیے جاتے تھے۔

سول سوسائٹی کی تنظیم پاکستان فشر فورم (PFF) کے سابق صدر عبدالمجید موٹانی نے 50 سال سے زائد عرصے تک ان پانیوں میں مچھلیاں پکڑیں۔ وہ یاد کرتے ہیں کہ کس طرح ڈی ایچ اے کے فیز 8 کے اردگرد مینگروز' اتنے گھنے تھے کہ ایک آدمی بھی ان سے نہیں گزر سکتا تھا'۔

1975ء سے ماہی گیری کرنے والے اسحٰق کا کہنا تھا کہ ابراہیم حیدری گاؤں سے محض دو کلو میٹر کے فاصلے پر ماہی گیر اچھی خاصی مچھلی کا شکار کرتے تھے۔ کریک کے اندر دو گھنٹے کے اندر ماہی گیری کے دوران کم از کم 150 کلو گرام جھینگے کا شکار کر کے واپس آتے تھے۔

چونکہ مینگروز کی ترقی کیلئے مزید اراضی دوبارہ حاصل کی گئی تھی۔ جس سے اس نازک ماحولیاتی نظام کو غیر مستحکم کیا گیا ہے جو وہ اس سے قبل برقرار تھا۔ کریک سے دوبارہ حاصل کی گئی زمین کا علاقہ اب کنکریٹ کا سمندر ہے، شادی ہال، کلب اور ہوٹل ہیں اور ترقیاتی کاموں کے تھمنے کے آثار نظر نہیں آتے۔

اب اسحٰق کہتے ہیں کہ ہم سمندر میں مشکل سے آٹھ سے دس کلو جھینگے کا شکار کرسکتے ہیں۔۔۔اگر اس میں بھی قسمت ہمارا ساتھ دے۔

پاکستان کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشیانوگرافی (این آئی او) کی ڈائریکٹر جنرل ثمینہ قدوائی نے اپنی پی ایچ ڈی کیلئے گذری کریک کا مطالعہ کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ 2002 تک آبی گزرگاہ میں آکسیجن کی سطح پہلے ہی بہت کم تھی اور تقریباً کوئی سمندری حیات باقی نہیں رہی تھی۔ انہوں نے اس کی دو وجوہات بتائیں۔ سیوریج کی موجودگی اور مینگروز کا نقصان اس میں شامل ہیں۔ این آئی او کے محقق ابراہیم ضیاء کا کہنا ہے کہ ریموٹ سینسنگ ڈیٹا سے ظاہر ہو رہا ہے کہ گذری کریک 2000ء اور 2022ء کے مابین مینگروز کے علاقے میں تقریباً 260 ایکڑ سے 220 تک 15 فیصد تک کمی واقع ہوئی ہے۔

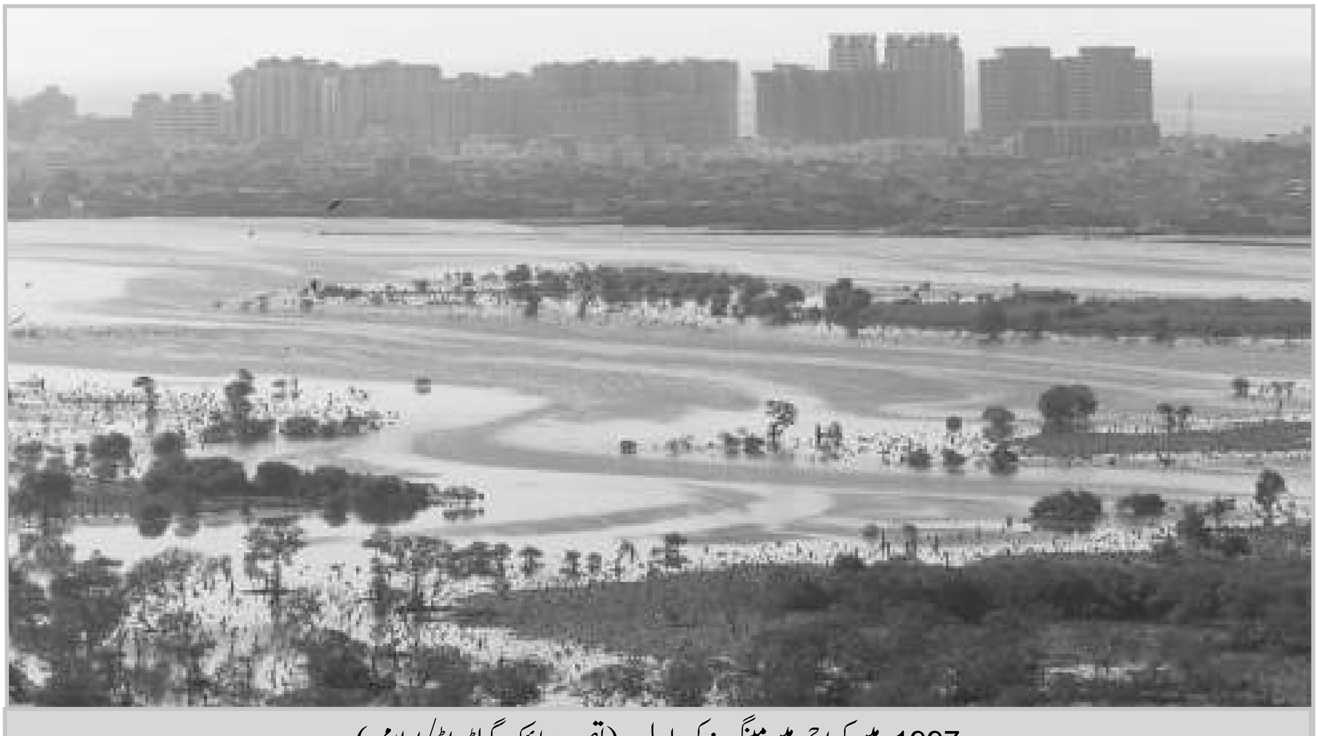

1997ء میں کراچی میں مینگروز کی دلدل۔ (تصویر: مائیک گولڈواٹر/اعلامی)

اپریل 2022ء میں کراچی میں دوبارہ حاصل کی گئی زمین پر اونچی عمارتیں تعمیر کی جارہی ہیں۔
مکمل ہونے پر یہ عمارتیں بحیرہ عرب پر نظر آئیں گی۔ (تصویر: عنیب اعظم/تھرڈ پول)

ڈی ایچ اے کے فیز 8 کے لیے گذری کریک سے دوبارہ حاصل کی گئی زمین۔
(تصویر: عنیب اعظم/تھرڈ پول)

اسحٰق نے ملٹری ہاؤسنگ اتھارٹیز: ڈی ایچ اے اور کنٹونمنٹ بورڈ کلفٹن کے نالوں اور سمندر میں ''تمام گندگی'' کے لیے موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے حوالہ دیا کہ جو زمین کی بحالی سے پیدا ہونے والی آلودگی اور ماحولیاتی خرابی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

جینٹریفیکشن میں ماہی گیروں کی آمد کو آبی گزرگاہوں پر پابندی عائد کردی گئی ہے

چونکہ ساحلی اراضی کے بڑے ٹکڑوں پر دوبارہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد تیزی سے ترقی کی رفتار جاری ہے۔ مذکورہ عمل کے ایک حصے کے طور پر 1980ء کی دہائی کے وسط سے ماہی گیروں کو گذری کریک اور سمندر کے کئی حصوں تک رسائی سے انکار کردیا گیا ہے۔ گذری کریک کے متوازی بہتی ہوئی کورنگی کریک میں آجکل ماہی گیروں کو صرف کورنگی کریک استعمال کرنے اجازت دی گئی ہے۔ اور پھر بھی ان کی نگرانی قریبی پاکستان ائیرفورس بیس اور ائیرمین گالف کورس، چیلیٹ سے کی جاتی ہے۔ ماہی گیروں کا الزام ہے کہ اگر وہ گذری کریک، باتھ آئی لینڈ کے قریب یا عمار پاکستان اور ایچ ایم آر واٹر فرنٹ پراجیکٹ کے اندر جاتے ہیں تو ان کی تذلیل کرتے ہوئے انہیں سزا دی جاتی ہے۔ ایک ماہی گیر کا کہنا ہے کہ ''اگر غلطی سے ہم ڈی ایچ اے کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو سیکورٹی گارڈز ہماری کشتیوں کو ضبط کرلیتے ہیں۔ مثال کے طور پر عمار پاکستان کی ترقی کے لیے ساحل پر سخت حفاظت کی جاتی ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ 2007ء میں سندھ ہائی کورٹ نے ڈی ایچ اے کو ساحل سمندر پر کسی بھی قسم کی ترقی سے روک دیا تھا جہاں عوام کی رسائی کو محدود کردیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے کہ ساحل ایک ''عوامی اعتماد'' ہے۔

ڈی ایچ اے کی تشکیل سے پہلے یہاں ماہی گیروں کا ایک قدیم گاؤں تھا جسے گذری گاؤں کہا جاتا تھا۔ یہ پاکستان فشر فورم (پی ایف ایف) کے عبدالمجید موٹانی کا کہنا ہے کہ اس گاؤں میں کم ازکم 800 خاندان اور ہزاروں ماہی گیر رہتے تھے۔ اب وہ کہتے ہیں صرف 50-60 خاندان اور 100 ماہی گیر رہ گئے ہیں۔ گاؤں کے اردگرد بڑے پیمانے پر زمین کی بحالی اور تعمیرات نے ان خاندانوں کو نقل مکانی پر یا بے گھر ہونے پر مجبور کردیا ہے۔

ترقیاتی کام تیز ہونے سے قبل مذکورہ گاؤں کے ماہی گیروں کے پاس ایک چھوٹی کی جیٹی تھی۔ موٹانی کا کہنا ہے کہ ''وہ جیٹی اب مرینا کلب ہے جہاں امیر لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں اور ہمارے داخلے پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔''

1985ء کے بعد جب انہیں گذری کریک سے روک دیا گیا تو ماہی گیروں نے پی ایف ایف کی حمایت سے ڈی ایچ اے کے خلاف احتجاج کیا۔ بالآخر ڈی ایچ اے نے مرینا کلب کے قریب ایک جیٹی بنانے پر رضامندی ظاہر کی جہاں ماہی گیر اپنی کشتیاں رکھ سکتے ہیں اور اپنی روزی روٹی کا بندوبست بھی کرتے ہیں۔

آج تک ڈی ایچ اے کی طرف سے کوئی جیٹی تعمیر نہیں کی گئی ہے اور ماہی گیروں کو گذری کریک پر آنے سے روک دیا گیا ہے۔

مرینا کلب کے ساتھ شادی ہال میں ایک جیٹی۔ مرینا کلب کسی زمانے میں ماہی گیری کے ایک قدیم گاؤں کا مقام تھا اور اب یہ کراچی کی اشرافیہ کے لیے ایک کلب ہے جو 5 ایکٹر سے زائد دوبارہ حاصل کی گئی اراضی پر پھیلا ہوا ہے۔ (تصویر عنیب اعظم/تھرڈ پول)

زمین کی بحالی نے کراچی کو آفات سے دوچار کر دیا

ساحلی علاقوں میں جان کو لاحق خطرات اور املاک کو پہنچنے والے نقصان کو کم کرنے کے لیے، شہر کے منصوبہ ساز تجویز کرتے ہیں کہ ڈیویلپرز شہری اور قدرتی ماحول کے مابین ایک بفرزون کو چھوڑ دیں۔

1975 سے ڈی ایچ کی ترقی کے لیے اصل ماسٹر پلان، جسے تھرڈ پول نے دیکھا ہے۔اس میں کوسٹل بفرزون شامل ہے۔ جس میں تقریباً 40 چالیس میٹر چوڑی سڑک ،فٹ پاتھ، پراپرٹی اور سمندر کے درمیان ساحل سمندر کا پھیلاؤ شامل ہے۔اس منصوبے میں، سی ویو بیچ کے آخر میں، مسلم کمرشل ایریا ڈی ایچ اے کی ترقی ختم ہوتی ہے۔

لیکن فیز 8 جو مسلم کمرشل ایریا سے شروع ہوتا ہے۔ اصل منصوبے سے بہت آگے نکل گیا ہے۔عمار پاکستان اور ایچ ایم آر واٹر فرنٹ کی ترقی ساحل سے تقریباً 8 میٹر کے فاصلے پر ہے۔

کراچی کی ساحلی پٹی کے گرد زمین کی بحالی پر ایک رپورٹ لکھنے والی آرکیٹیکٹ اور ہیریٹیج کی شوقین ماروی مظہر کہتی ہیں،''ڈی ایچ اے کے ماسٹر پلان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق بدل دیتے ہیں''۔

وہ کہتی ہیں کہ ڈی ایچ اے کے واٹر فرنٹ پراجیکٹس جو نرم زمین پر بنائے گئے ہیں۔اس کے اصل ماسٹر پلان سے ٹوٹ پھوٹ ہیں۔

اکتوبر 2021ء میں سندھ ہائی کورٹ نے ڈی ایچ اے کو مزید زمین کی بازیابی پر پابندی لگاتے ہوئے حکم امتناعی جاری کیا۔اس نے ڈی ایچ اے کو ''کسی کو بھی دوبارہ دعویٰ کردہ زمین دینے یا ان پر بنی جائیدادوں پر کسی تیسرے فریق کو دلچسپی پیدا کرنے یا ایسی زمینوں کے استعمال کو تبدیل کرنے '' سے روک دیا۔ ڈی ایچ اے کو اس کے علاوہ ایسی زمینوں پر کسی قسم کے تجارتی مقاصد ''نیز شادی یا سماجی تقریبات سمیت کسی بھی تقریب کے انعقاد کے لیے' 'استعمال کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

اس کا مطلب ہے ڈی ایچ اے کے فیز 8 کی ترقی سے متعلق جائیداد کی فروخت نہیں ہوسکتی۔

تاہم جب تھرڈ پول نے اپریل عمار پاکستان گیٹیڈ ہاؤسنگ پراجیکٹ کا دورہ کیا تو اسٹیٹ ایجنٹ نہ صرف اپارٹمنٹس فروخت کر رہے تھے بلکہ یہ بھی کہا کہ وہ صرف دو ہفتوں میں کسی بھی معاہدے کو حتمی شکل دے سکتے ہیں۔ایک اسٹیٹ ایجنٹ کے مطابق اس منصوبے کے تحت 33 عمارتیں تعمیر کی جارہی ہیں جن میں سے سات مکمل ہو چکی ہیں ان پر جزوی قبضہ بھی دیا گیا ہے۔جبکہ تیسرے حصے پر کئی شادی ہالوں کا بھی دورہ کیا جو شادیوں اور تقریبات کے لیے عمارتیں کرائے پر حاصلی کر لی گئی ہیں۔

ستمبر 2014ء میں کراچی میں اقوام متحدہ اور حکام کی طرف سے منعقد کی گئی ایک مشق سے پتہ چلا کہ دوبارہ حاصل کی گئی زمین مکمل ہاؤسنگ کالونیوں پر مشتمل شہر کو ''سونامی'' مٹا سکتا ہے۔اس طرح کی غیر فطری ترقی 16 ملین سے زیادہ آبادی والے شہر میں انسانی تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔

اس کی روشنی میں آرکیٹیکٹ مظہر ساحلی بفرزونز کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جو ان کے بقول سمندری طوفانوں یا سونامی کی بڑی لہروں سے جان و مال کو بچا سکتے ہیں۔انہوں نے زور دیتے ہوئے کہا کہ صرف گھنے مینگروز ہی اس طرح کے اثرات کو کم کر سکتے ہیں۔

اس وقت کراچی میں ڈی ایچ اے کی رہائشی منصوبوں میں 80,000 سے زائد خاندان رہتے ہیں۔اگر سونامی جیسی آفت آتی ہے تو فیز 8 کا سب سے بڑے علاقے میں موجود کئی محلوں میں رہنے والے ہزاروں خاندانوں کو جولائی تا دسمبر تک خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

اس طرح کے ایک واقعہ کے خلاف ڈی ایچ اے فیز 8 کے واٹر فرنٹ پراجیکٹس کے لیے ایک سمندری دیوار بنائی گئی ہے۔ماہر تعمیرات اور ماہر ماحولیات طارق الیگزینڈر قیصر جنہوں نے کئی دہائیوں تک کراچی کی کھاڑیوں میں ہونے والی تبدیلیوں کو دستاویزی شکل دی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اس طرح کی تعمیرات سمندر سے آنے والی بڑی لہر کو برداشت نہیں کر سکتیں۔''لہر دیوار کو ہوا میں پھینک دے گی اور اسے توڑ دے گی۔

ایک اور آفت جو گزشتہ 40 سالوں میں بڑھ گئی ہے وہ سیلاب ہے۔کورنگی اور گذری کریکس انڈس ڈیلٹا کے آخری پوائنٹ ہیں۔ دریائے ملیر، دریائے سندھ کی ایک تقسیم، کھاڑیوں میں بہتا ہے۔قیصر یاد کرتے ہیں کہ ماضی میں کراچی شہر میں شدید بارشوں کے دوران ''دریائے ملیر کا سیلابی علاقہ واضح طور پر وسیع ہوجاتا تھا اور شہر میں بڑی بارشوں کے دوران یہ بھر جاتا تھا''۔اب ترقی اور زمین کی بحالی کی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ نالوں کو تنگ کر دیا گیا ہے۔'' ترقیات سیلاب کے قیمتی میدانوں پر ہوئیں۔

سیلابی میدان کے سکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی نالوں سے گزر کر سمندر میں نہیں جا سکتا ، بجائے اس کے کہ شہر میں داخل ہو کر سیلاب کا باعث بنے۔اشاعت کے وقت، کراچی اب بھی اس سال مون سون کی بارشوں سے آنے والے سیلاب سے ہونے والے نقصانات سے دوچار تھا۔2020ء میں درجنوں افراد سیلاب کی نذر ہو گئے اور انفراسٹرکچر کو بھاری نقصان پہنچا۔

قیصر بتاتے ہیں،''ان نالوں کے تنگ ہونے کی وجہ سے پانی کو نکاسی میں خاصہ وقت لگتا ہے جس کی وجہ سے شہر کم از کم چھ سے سات گھنٹے تک ڈوبا رہتا ہے''۔

آبی گزرگاہیں اب کم گزرنے کے قابل ہیں

سمندر سے بڑی مقدار میں زمین کو دوبارہ حاصل کرنے سے کراچی کی ساحلی پٹی کے ساتھ تلچھٹ کی تقسیم میں بھی تبدیلی آئی ہے جسے لانگ شور ڈرفٹ کہتے ہیں۔

قیصر کے مطابق، کراچی میں پانی کے دھارے مغرب سے مشرق کی طرف بڑھتے ہیں۔ جو روایتی طور پر سی ویو بیچ پر جمع ہوتے ہیں۔ فیز 8 شروع ہونے سے بالکل پہلے یہ پیٹرن بدل گیا ہے۔ کیونکہ زمین کی بحالی نے پانی بہاؤ کو تبدیل کر دیا ہے۔

قیصر کہتے ہیں ”میں نے باتھ آئی لینڈ جزیرے کے جنوب مغربی جانب کورنگی کریک سے تقریباً 25 کلومیٹر کے فاصلے پر ریت کا اضافی ذخیرہ دیکھا ہے“۔

ماہی گیروں کا کہنا ہے کہ جیسے جیسے باتھ آئی لینڈ جزیرے کی شکل بدل رہی ہے کورنگی کریک کے قرب و جوار میں اکثر ان کی کشتیاں پھنس جاتی ہیں۔

سابق ڈائریکٹر جنرل انسٹی ٹیوٹ آف اوشیانوگرافی آصف انعام، دی تھرڈ پول کو بتاتے ہیں کہ ماحولیاتی اثرات کی تشخیص (ای آئی ایس) معروضی طور پر نہیں کی جاتی ہیں کیونکہ زمین کی بحالی سے متعلق ہونے والے نقصان کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔

قیصر بتاتے ہیں کہ کچھ فوری اثرات کی پیائش کی جاسکتی ہے۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ کنٹینر بحری جہاز گذری کریک کے مشرق میں پھٹی کریک سے گزر سکیں، اب ڈریجنگ کا کام پورٹ قاسم اتھارٹی (پی کیو اے) کو کرنا ہوگا یہ کام مالی لاگت کے ساتھ آتا ہے۔

شاہد حفیظ، پی کیو اے کے چینل ڈریجنگ کے ڈائریکٹر نے دی تھرڈ پول کو آگاہ کیا کہ پھٹی کریک سے ہر سال پانچ ملین کیوبک میٹر ریت، کیچڑ، مٹی اور نمک نکالا جاتا ہے۔ وہ اس پر تبصرہ کرنے سے قاصر تھے کہ آیا زمین کی بحالی نے تلچھٹ کی تقسیم کو تبدیل کر دیا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ہائیڈرو لوجیکل ماہرین کو ڈیٹا اکٹھا کرنے اور بہت زیادہ مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کے لیے پی کیو اے کے پاس بجٹ نہیں ہے۔

> **ای آئی اے ایس: عمار پاکستان اور ایچ ایم آر واٹرفرنٹ لگژری، واٹرفرنٹ**
>
> لگژری واٹر فرنٹ ڈیولپمنٹ کے پاس ماحولیاتی اثرات کی تشخیص نہیں ہے۔ صوبائی ماحولیاتی نگراں ادارے، سندھ انوائرنمنٹل پروٹیکشن ایجنسی (سیپا) کے مطابق ایچ ایم آر واٹرفرنٹ کے لیے ای آئی اے موجود ہے۔

ڈی ایچ اے کی زمین کی بحالی کے خلاف قانونی چیلنجز

حالیہ برسوں میں کراچی کی بازیابی کے خلاف کاروائی کی رفتار میں اضافہ ہوا ہے۔

اپنے اکتوبر 2021ء کے حکم میں ڈی ایچ اے کی زمین کی بازیابی کے خلاف سندھ ہائی کورٹ نے ان رپورٹس کا حوالہ دیا کہ ہاؤسنگ اتھارٹی نے ”فیز 8 میں 117 ایکڑ اراضی پر غیر قانونی طور پر قبضہ کر رکھا تھا اور اس نے 300 ایکڑ سے زیادہ اراضی پر دوبارہ دعویٰ کیا تھا“۔

گذشتہ سال، ڈی ایچ اے کے چھ رہائشیوں نے مینگروز کو کاٹنے اور زمین پر دوبارہ دعویٰ کرنے کے لیے ہاؤسنگ اتھارٹی کے خلاف سندھ ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی تھی۔ ان کی درخواست میں 2020ء میں ڈی ایچ اے کی ترقی کے اندر آنے والے شدید سیلاب کو زمین کی غیر قانونی بحالی اور علاقے کے واٹر چینلز کو تنگ کرنے سے جوڑا گیا تھا۔

> **پانچ سوفٹ بال کے میدان**
>
> پاکستان کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشیانوگرافی کے تخمینے کے مطابق زمین کا مساوی رقبہ جو گذری کریک سے دوبارہ حاصل کیا گیا ہے۔

رہائشیوں کے وکیل محمد خواجہ کے مطابق گذری کریک کی دوبارہ حاصل کی گئی زمین اور اس پر تعمیر کیے جانے والے تمام رئیل اسٹیٹ پراجیکٹس پورٹ قاسم اتھارٹی (پی کیو اے، جو ڈی ایچ اے سے پہلے قائم کی گئی تھی) سے تعلق رکھتے ہیں۔ 2020ء میں، سابق وزیر برائے بحری امور علی زیدی نے پی کیو اے کے دائرہ اختیار کی ایک تصویر ٹویٹ کی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ڈی ایچ اے کا تمام فیز 8 پی کیو اے کے انتظامی کنٹرول میں آتا ہے۔

ماحولیات سے متعلق معاملات میں ماہر وکیل زبیر ابڑو کا کہنا ہے کہ قانونی طور پر بندرگاہ کی زمین کو بندرگاہ کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کراچی پورٹ ٹرسٹ کے خلاف سپریم کورٹ کے ایک سابقہ کیس کے دوران قائم کیا گیا تھا۔

واجد کا کہنا ہے کہ ڈی ایچ اے کو شادی ہالز اور رہائشی اور تجارتی منصوبوں کو لیز پر دینے کا کوئی قانونی حق نہیں ہے جو پی کیو اے کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔

کم از کم پانچ شادی ہال دوبارہ حاصل کی گئی زمین پر کریک کے اندر تعمیر کیے گئے ہیں۔ ڈی ایچ اے کے اصل ماسٹر پلان میں ان وسیع مقامات کا کوئی ذکر نہیں ہے (ایک دو ایکڑ سے زیادہ پر محیط ہے) اور ابڑو نے اس بات پر زور دیا کہ ڈی ایچ اے کو تجارتی مقاصد کے لیے دوبارہ دعویٰ کردہ زمین کو لیز پر دینے کا کوئی قانونی حق نہیں ہے۔

سندھ ہائی کورٹ میں داخل درخواست میں واجد نے موقف اختیار کیا کہ کوئی منظوری نہیں دی گئی۔ زمین کو تبدیل کرنے کے لیے کسی عمل کی اجازت نہیں دی گئی۔ عوام کو اعتراض کا موقع نہیں دیا گیا اور پراجیکٹ کے کسی بھی مکین نے صوبائی ماحولیات کے نگراں ادارے، سندھ انوائرنمنٹل پروٹیکشن ایجنسی (سیپا) سے کوئی اجازت نہیں لی۔

سیپا نے دی پول تھرڈ کی جانب سے سندھ ہائی کورٹ میں جمع کرائے گئے جواب میں کہا کہ شادی ہال، مارکیٹ، کلب یا عمار پاکستان میں سے کسی نے ایجنسی کی منظوری حاصل نہیں کی۔

فی الحال رہائشیوں کا مقدمہ زیر التوا ہے۔ اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بات کرتے ہوئے، کیس کی معلومات رکھنے والے ایک شخص نے دی تھرڈ پول کو بتایا کہ مدعی ایس ایچ سی کے اکتوبر 2021ء کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر ڈی ایچ اے اور عمار کے خلاف توہین کا مقدمہ درج کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

جیسے جیسے قانونی تنازعات چل رہے ہیں۔ آج تک ڈی ایچ اے کی ترقی اور زمین پر کام تیزی سے جاری ہیں۔

عبدالمجید موٹانی جنہوں نے پچاس سال سے زیادہ عرصے سے ان پانیوں میں مچھلیاں پکڑی ہیں۔ ڈی ایچ اے کی ترقی کے بارے میں کئی دہائیوں کے تجربے کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''ماہی گیری میں ہمارا کوئی مستقبل نہیں ہے''۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان کے بچوں نے مختلف پیشوں کا انتخاب کیا ہے۔

تیسرے قطب نے ڈی ایچ اے کے ڈائریکٹر مارکیٹنگ اور تعلقات عامہ کے افسر سے رابطہ کرنے کی بارہا کوشش کی گئی، جنہوں نے تبصرہ سے انکار کر دیا۔

تھرڈ پول کی جانب سے بارہا عمار پاکستان کی مارکیٹنگ لیڈ سے بھی رابطہ کیا گیا لیکن اشاعت کے وقت تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ ڈی ایچ اے اور عمار کی جانب سے تبصرے موصول ہونے پر اس مضمون کو اپ ڈیٹ کیا جائے گا۔

ایچ ایم آر گروپ کے چیئرپرسن حاجی محمد رفیق نے تھرڈ پول کو بتایا کہ سیپا کی منظوری کے ساتھ ایچ ایم آر کے پاس ڈی ایچ اے اور پی کیو اے کی جانب سے جاری کردہ لیز کی الاٹمنٹ اور ماسٹر پلان کی منظوری کا لیٹر موجود ہے۔

دوبارہ حاصل کی گئی زمین پر گذری کریک میں ایک شادی ہال تعمیر کیا جا رہا ہے۔ (تصویر: عنیب اعظم/تھرڈ پول)

فیز 8 میں زیر تعمیر عمارتیں۔ (تصویر: عنیب اعظم/تھرڈ پول)

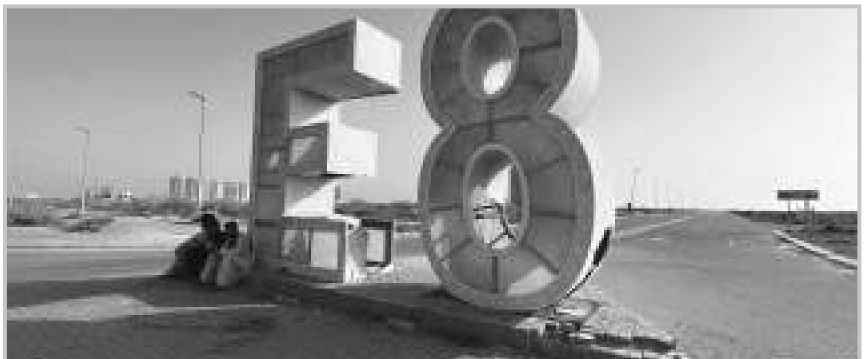

E8 ڈی ایچ اے کے فیز 8 کا چھٹا سیکشن ہے۔ (تصویر: عنیب اعظم/تھرڈ پول)

یہ مضمون اصل میں دی تھرڈ پول پر شائع ہوا تھا۔

کیا کراچی کی گلابی بس شیشے کی چھت کو توڑ دے گی یا پھر اس سے جا ٹکرائے گی؟

پاکستان میں صرف خواتین کیلئے بس سروس کی یہ پہلی کوشش نہیں ہے۔ کیا اس بار کچھ مختلف ہوگا؟

حوا فضل

یہ وال اسٹریٹ آف پاکستان ہے۔ جس کو آئی آئی چندریگر روڈ سے جانا جاتا ہے۔ وہاں رش کا وقت قریب ہے۔ اس روڈ پر رواں دواں ٹریفک پیدل چلنے والوں، سائیکلوں، رکشے، چمک دار کاروں، گدھا گاڑیوں اور چند بسوں کا مرکب ہے۔ جو ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

برنس گارڈن کے باہر واک وے پر پاؤں تھپتھپاتے ہوئے صائقہ اسلم صبر سے بس کا انتظار کر رہی ہے۔ پچیس سالہ نوجوان نے کہا کہ ''بس ابھی کسی بھی وقت یہاں پہنچے گی''۔

چند لمحے انتظار کرنے کے بعد ہارن بجاتے ہوئے اچانک بریک لگاتے ہوئے ایک چمک دار گلابی بس ان کی جانب آ کر رکی۔ دروازہ کھلا، اور ان کا استقبال کیا گیا۔ بس میں لگی ائیر کنڈیشن سے آنے والی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے آئی آئی چندریگر روڈ کی افراتفری سے پیدا ہونے والی گرمی کم ہوئی۔ وہ سبز رنگ کی کھڑکی والی سیٹ پر بیٹھ کر سڑک پر نظریں جماتی ہے۔ جہاں مردوں کا ایک ہجوم سرخ بس جو کہ پیپلز بس سروس کا ہی حصہ ہے۔ اس پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

سرخ اور گلابی دونوں بسیں سندھ حکومت کے حال ہی میں شروع کیے گئے پیپلز انٹرا ڈسٹرکٹ بس سروس پروجیکٹ کا حصہ ہیں جس میں دو سو چالیس بسیں شامل ہیں جو کراچی بھر میں مسافروں کو سفری سہولیات بہم پہنچا رہی ہیں۔

''یہ پہلی بار ہے جب میں مکمل طور پر اکیلی سفر کر رہی ہوں۔ یہ بہت محفوظ اور پر سکون سفر محسوس ہوتا ہے۔'' صائقہ اسلم کہتی ہیں، جو اس وقت شیف بننے کی تربیت حاصل کر رہی ہیں۔ وہ پرل کانٹی نینٹل ہوٹل میں تربیتی سیشن میں شرکت کے لیے روزانہ ماڈل کالونی سے آئی آئی چندریگر روڈ کا سفر کرتی ہیں۔ اس سے قبل اس کے والد پیپلز بس سروس کا استعمال کرتے ہوئے ہوٹل آنے اور جانے کے لیے اس کے ساتھ جاتے تھے جو گلابی بس سے چند ہفتے قبل شروع کی گئی تھی۔

صائقہ اسلم کہتی ہیں ''سرخ بس بہتر تھی، لیکن ایک بس جو صرف خواتین کے لئے ہی مخصوص ہو۔ اس نے مجھے تحفظ کا احساس دلایا ہے''۔

حفاظت ایک ایسا عنصر ہے جس سے صائقہ اسلم جیسی بہت سی خواتین کو اپنے خوابوں کی تعبیر محسوس ہونے لگی ہے۔ مرد/خواتین سے گتھم گتھا بسوں میں خواتین کے لیے مختص محدود حصے میں سفر کرنے کے لیے بیٹھنے یا کھڑے ہونے کے لیے جگہ حاصل کرنے کے لیے انہیں جدوجہد کرنی پڑتی تھی اور اوچھے مردوں کے گھٹیا تبصروں کو برداشت کرنے سے متعلق پیدا ہونے والے خیالات نے ہزاروں نوجوان خواتین کو اپنے گھروں سے باہر روزگار کی تلاش کے لیے نکلنے سے روک دیا ہے۔ درحقیقت خواتین ملک کی آبادی کا نصف ہونے کے باوجود پاکستان میں افرادی قوت کا بمشکل بیس فیصد ہیں۔

ایک گھریلو ملازمہ ساٹھ سالہ زلیخا عبدالمجید کہتی ہیں کہ ''منی بس میں خواتین کی چھ سیٹوں والے ڈبے کے اندر بیٹھنے کے لیے جگہ تلاش کرنا شاذ و نادر ہی ممکن تھا۔ وہ مزید کہتی ہیں کہ وہ ان رنگین بسوں کا حوالہ دے رہی ہیں جو کراچی میں چل رہی ہیں۔ کراچی کی پبلک ٹرانسپورٹ کا بنیادی ذریعہ ہیں۔ یہاں تک کہ اگر مجھے بیٹھنے کے لیے جگہ مل بھی جاتی تو سیٹ کے کور اکثر پھٹے ہوئے ہوتے تھے اور گتھم گتھا کے ماحول میں مرد خواتین کو چھونے کی کوشش کرتے تھے''۔

زلیخا مجید کا کہنا ہے۔ نقل و حرکت کی کمی نے نہ صرف خواتین کی معاشی سرگرمیوں میں رکاوٹ ڈالی ہوئی ہے بلکہ ان کی سماجی زندگی کو بھی محدود کر دیا ہے۔ زلیخا مجید کہتی ہیں کہ ''اگر میرے پاس انتخاب کا اختیار ہوتا تو میں کبھی بھی منی بس استعمال نہ کرتی۔ ہم اپنی تنخواہ سے گزارہ کرتے ہیں۔ ہمیں مزید کی ضرورت نہیں ہے''۔ اسی مقصد کے تحت اپنی بیٹی کو نوکری کرنے نہیں دی۔

نقل و حرکت کی ان پریشانیوں کا بالآخر کیم فروری کو

کچھ ازالہ ہوا۔ جب سندھ حکومت نے 'خواتین کے لیے گلابی بس سروس' کا آغاز کیا۔

فرئیر ہال میں ہونے والی افتتاحی تقریب میں ان خواتینوں نے شرکت کی جو سرکاری، تفریح اور کارپوریٹ سے متعلق شعبوں میں کام کر رہی ہیں۔ سب نے اس منصوبے کو کراچی میں خواتین کیلئے بہتر سفری سہولت سے متعلق ایک اہم قدم قرار دیا۔

پاکستان بھر میں گلابی بس کی تاریخ

تاہم خواتین کے لیے مخصوص بس سروس قائم کرنے کی پاکستان میں یہ پہلی کوشش نہیں ہے۔

2004ء کے دوران کراچی میں صرف خواتین کے لیے پہلی بس شروع کی گئی تھی جس میں دو بسیں شامل تھیں جو شہر کے مختلف راستوں پر چلتی تھیں۔ مذکورہ منصوبے کے افتتاح کے فوراً بعد انہیں بند کر دیا گیا۔

ڈاکٹر نعمان احمد، این ای ڈی یونیورسٹی میں آرکیٹیکچر اینڈ عربن پلاننگ کے ڈین ہیں۔ انہیں یاد ہے کہ ''2004ء میں خواتین کے لیے بس شروع کرنے کا اقدام بنیادی طور پر دو وجوہات کی وجہ سے ناکام ہوا جس میں کم فریکوئنسی اور ٹائم لائن کی کمی تھیں۔ انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ طویل گھنٹوں تک خواتین اکثر انتظار کر کے تھک جاتی تھیں لیکن بسیں اپنی اوقات کار میں دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ جس کے باعث مذکورہ بسوں کا سلسلہ بند ہو گیا۔

2012ء کے دوران لاہور میں ایک مقامی بس کمپنی کی جانب سے تین بسوں پر مشتمل ایک پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ وینچر کے تحت خواتین کے لیے مخصوص بس سروس شروع کی تھی۔

مذکورہ اسکیم بھی دو سال کے مختصر عرصے کے بعد بند ہوگئی۔ اس سلسلے میں لاہور میں مقیم صحافی شیراز حسنات کا کہنا ہے کہ ''یہ منصوبہ تجارتی طور پر قابل عمل نہیں تھا۔ اس لیے جب حکومت نے فنڈنگ واپس لے لی تو کمپنی نے اپنا کام روک دیا''۔ اسی طرح کے پی کے حکومت نے 2019ء میں ایبٹ آباد اور مردان میں سا کورا خواتین کے لیے مختص بس سروس کا آغاز کیا تھا۔ اس منصوبے کو جاپانی حکومت نے فنڈ فراہم کیا تھا اور اقوام متحدہ کے دفتر برائے پراجیکٹ سروسز (یو این او پی ایس) اور یو این ویمن پاکستان نے اس کی سہولت فراہم کی تھی۔ یہ صرف ایک سال تک جاری رہا۔

صدف کامل، جو اس وقت یو این او پی ایس کمیونیکیشن آفیسر کے طور پر خدمات انجام دے رہی تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ'' اس منصوبے کی ناکامی کی بنیادی وجہ معاہدے کی خلاف ورزی تھی''۔ انہوں نے مزید کہا کہ'' آپریٹرز نے متعین کردہ راستوں پر بسیں نہیں چلائیں... وہ مرد مسافروں کو سوار کرتے اور بسوں کو روزانہ سے متعلق مقرر شدہ فاصلے سے زیادہ چلاتے۔ جس کے باعث منصوبے کے معاہدے کو منسوخ کر دیا گیا۔ تاہم منصوبے کو بحال کرنے کی متعدد بار کوششوں کے باوجود صوبائی حکومت آپریٹرز کو راغب کرنے میں ناکام رہی۔ بالآخر بسیں صوبائی محکمہ ہائر ایجوکیشن کے حوالے کر دی گئیں۔ جس نے انہیں مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تقسیم کر دیا۔ بسیں اب طالبات کی نقل و حمل کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کی جا رہی ہیں۔

اسی طرح پاکستان نے نقل و حمل کے شعبے میں صنفی بنیاد پر علیحدہ انتظامات کی فراہمی کے حوالے سے اپنی ناکامیوں کو دیکھ لیا ہے۔ تاہم سب کچھ کھویا نہیں۔

اکتوبر 2022ء کے دوران گلگت بلتستان (جی بی) کی حکومت نے دس اضلاع میں صرف خواتین کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ اسکیم کا آغاز کیا۔ مسافروں کو مفت سفر کرنے کی سہولت کی فراہمی میں حکومت کی جانب سے مذکورہ منصوبے کے لیے مالی امداد فراہم کی گئی تھی۔

جی بی کے چیف سیکریٹری محی الدین احمد وانی نے ڈان ڈاٹ کام کو بتایا کہ اس سہولت نے علاقے میں خواتین کی نقل و حرکت کی پریشانیوں کو دور کرنے میں مدد کی ہے... بسیں ہر روز بھری ہوئی ہوتی ہیں''۔

وانی نے وضاحت کہ کہ بسیں صرف دفتری اوقات میں ایک متعین کردہ روٹ پر چلتی ہیں جس کی وجہ سے ان کی لاگت کو بیس ملین روپے سالانہ تک محدود کرنے میں مدد ملی ہے۔

''اس پراجیکٹ نے لوگوں کو ان کی خواتین کے مالی بوجھ سے متعلق اخراجات کو کم کرنے میں مدد کی ہے ہمارا مقصد ہے کہ جب تک ہم کر سکتے ہیں اس منصوبے کو مفت سہولت کے تحت چلائیں گے''۔

تو کیا صرف خواتین کے لیے بسوں کو کامیاب بنانے کا یہی واحد طریقہ ہے؟ مذکورہ سہولت کو مفت رکھیں یا بھاری سبسڈی دیں؟

ڈاکٹر احمد اس کے خلاف مشورہ دیتے ہیں کہ'' یہ صرف وہی غلطی ہے جو بار بار دہرائی جاتی ہے''۔ وہ کہتے ہیں کہ ''بسیں حکومت کی طرف سے خریدی گئی ہیں اور وہ اسے رعایتی قیمت پر چلا رہے ہیں۔ یہ طویل مدت کے لیے پائیدار آپریشنل ماڈل نہیں ہے''۔

کراچی کی گلابی بس

فی الحال آٹھ بسوں کا تسلسل ماڈل کالونی سے میری ویدر ٹاور براستہ شاہراہِ فیصل تک صرف ایک روٹ پر چل رہا ہے۔

پیر کو منعقدہ پریس کانفرنس میں سندھ کے وزیر ٹرانسپورٹ اور ماس ٹرانزٹ شرجیل انعام میمن نے بیس فروری سے شروع ہونے والی گلابی بس کے لیے دو نئے روٹس شروع کرنے کا اعلان کیا۔

بس کا پہلا نیا روٹ نارتھ کراچی میں پاور ہاؤس چورنگی سے ناگن چورنگی، شفیق موڑ، گلشن چورنگی سے ہوتا ہوا انڈس ہسپتال بذریعہ جوہر موڑ، سی او ڈی۔ شاہراہ فیصل، شاہ فیصل کالونی، سنگر چورنگی اور کورنگی نمبر پانچ پر اختتام پذیر ہوگا۔

دوسرا روٹ جس کو روٹ نمبر دس بھی کہا جاتا ہے۔ وہ نمائش چورنگی سے کلاک ٹاور تک بذریعہ ایم اے جناح روڈ، زیب النساء اسٹریٹ، ہوٹل میٹروپول، تین تلوار، دو تلوار، عبداللہ شاہ غازی اور ڈولمین مال سے گزرے گا۔

مزید برآں صوبائی وزیر نے مزید کہا کہ موجودہ روٹ پر بسوں کی تعداد میں بھی اضافہ کیا جائے گا۔ جبکہ اسی طرح کا ایک اقدام حیدرآباد میں سترہ فروری کو شروع کیا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ'' لاڑکانہ اور سکھر میں بھی اس منصوبے کو شروع کیا جا رہا ہے''۔

سندھ ماس ٹرانزٹ اتھارٹی (ایس ایم ٹی اے) کے مینجنگ ڈائریکٹر زبیر چنا کے مطابق بسیں زیادہ رش کے اوقات میں صبح ساڑھے سات سے صبح ساڑھے دس اور شام میں چار بجے سے شام آٹھ نے تک چلیں گیں۔ ہر بس میں پچاس مسافروں کے سفر کی گنجائش ہوتی ہے۔ جس میں سے چھبیس افراد سیٹوں پر بیٹھیں گے اور چھبیس افراد کھڑے ہو کر سفری ضروریات کو پورا کریں گے۔ جبکہ ان میں سے دو نشستیں خصوصی ضرورت برائے خواتین کے لیے مختص کی گئی ہیں۔

زبیر چنا بتاتے ہیں کہ ''رش کے وقت خواتین مسافروں کی تعداد سرخ بس میں خواتین کے ڈبے کی گنجائش سے کہیں زیادہ ہوتی ہے''۔ چنا نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ''اس طرح گلابی بس بھی اس مسئلے کو حل کرنے کی ایک کوشش ہے''۔

ایک خوش لباس خاتون وجاہت فاطمہ شپنگ کمپنی میں دن بھر کام کرنے کے بعد گھر جاتے ہوئے کہتی ہیں کہ ''میرے جوڑوں کے درد کی وجہ سے میرے بجٹ پر بوجھ پڑنے کے باوجود آنے اور جانے والی وین سروس چھوڑنے میں ہچکچاہٹ کا شکار تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ جب وہ دروازے کے قریب معذوروں کے لیے مخصوص نشست پر بیٹھتی ہیں تو انہیں بڑا سکون ملتا ہے۔

فاطمہ نے شکایت کی کہ گلابی بس سے پہلے وہ سرخ بسوں میں مخصوص سیٹ تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر تھیں کیونکہ ان پر مردوں کا قبضہ ہوتا تھا اور وہ سیٹ چھوڑنے سے انکار کرتے تھے۔

کراچی میں عربن ریسرچ سینٹر کے 2015ء کے مطالعے کے مطابق خواتین کو اپنی تنخواہ کا کم از کم دس فیصد ٹرانسپورٹیشن پر خرچ کرنا پڑتا تھا۔ جو ان کے انفرادی بجٹ پر اضافی بوجھ تھا۔

گھریلو ملازمہ کے طور پر کام کرنے والی کرن جاوید کہتی ہیں کہ ''یہ منی بس سے کہیں زیادہ سستی ہے''۔ ''میں ملیر سے آئی آئی چندریگر آنے اور واپس جانے کے لیے ایک طرف کے سفر کا کرایہ کے لئے سو روپے ادا کرتی تھی۔ اب میں آنے اور جانے کے حوالے سے مجموعی طور پر سو روپے ادا کرتی ہوں۔ جبکہ وہ بس کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھتی ہیں''۔ انہوں نے کہا کہ رعایتی لاگت نے میرے سفر کے اخراجات میں پچاس فیصد کی کمی کر دی ہے... یہ بسیں ایک نعمت ہیں''۔

گلابی بس کو فخر اور ایک جمہوری جگہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ جہاں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والی خواتین ایک ساتھ بیٹھ سکتی ہیں اور نسبتاً حفاظت کے ساتھ اپنی منزلوں تک پہنچ سکتی ہیں۔ مصنف کی طرف سے تصویر۔

ایک طرف کے لیے مکمل سفر کے لیے پچاس روپے سبسڈی والا کرایہ۔ شہر میں پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کرنے والی بہت سی خواتین کے لیے ایک نعمت ہے۔ تاہم، سبسڈی مختصر مدت کے لیے ہوسکتی ہے۔ کیونکہ محکمہ ٹرانسپورٹ سندھ کے سیکریٹری عبدالحلیم شیخ کے مطابق ایندھن کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر حکومت کو جلد ہی کرایوں میں اضافہ کرنا پڑے گا۔

چنا کا اپنی طرف سے خیال ہے کہ یہ منصوبہ پائیدار ہے۔ چاہے سبسڈیز کو ہٹا دیا جائے۔ انہوں نے ڈان ڈاٹ کام کو بتایا کہ صوبائی حکومت نے آپریٹرز کے ساتھ دس سال کے معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ جس میں انہیں بس کے آپریشنز کو برقرار رکھنے کے لیے بہت سی آمدنی حاصل کرنی ہوگی۔

''یہ صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے جب آپریٹرز معیار، آرام کو برقرار اور اسے کم لاگت میں رکھیں گے۔ کیونکہ خواتین کے پاس ہمیشہ ایک ہی متبادل ہوتا ہے کہ وہ ٹرانسپورٹ کا ایک نجی طریقہ منتخب کریں جو انہیں ان کی دہلیز پر اتارے''۔

عوامی مقامات پر تنہائی

تاہم ہر کوئی اس بات سے متفق نہیں ہے کہ گلابی بسیں کراچی میں خواتین کی نقل وحرکت کے مسائل کا حل ہیں۔ کراچی کی حبیب یونیورسٹی میں شہری منصوبہ ساز اور محقق ثناء رضوان خبردار کرتی ہیں کہ ''اس اقدام سے خواتین کی سواریوں میں اضافہ اور پبلک ٹرانسپورٹ میں خواتین کے غیر محفوظ ہونے کے بارے میں گھریلو تاثر کو تبدیل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔'' تاہم خواتین کے لیے دیگر مسائل جیسے پولیسنگ، اسٹریٹ لائیٹنگ، محفوظ بس اسٹاپ اور مردانہ ذہنیت میں تبدیلیاں عوامی مقامات اور ٹرانسپورٹ کو محفوظ بنانے کے لیے بہت ضروری ہیں۔

محقق کو امید ہے کہ شہر کے بسیں عوامی مقامات پر خواتین کی موجودگی سے متعلق تاثر میں تبدیلی میں اضافہ کا باعث بنے گی۔ لیکن جس چیز کی ضرورت ہے وہ ایک جامع نظام ہے۔ ''جب نقل وحمل کی بات آتی ہے تو یہ الگ الگ بسیں نہیں بلکہ سب سفر کے لیے ہوتی ہیں''۔

رضوان نے وضاحت کی کہ بس استعمال کرنے والی زیادہ تر خواتین کو اپنے دفاتر اور گھروں تک پہنچنے کے لیے لمبا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ کچھ کو اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے ثانوی سواری بھی کرنی پڑتی ہے۔ ''بس اسٹاپ تک لمبا پیدل چلنا ذہنی اور جسمانی تھکن کا باعث بنتا ہے''۔

اسی وجہ سے رضوان کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں صنفی طور پر الگ ہونے والی خدمات کا تصور نہیں ہے۔ بالخصوص جب پبلک ٹرانزٹ کی بات آتی ہے تو ان میں سے کسی نے بھی جنسی ہراسانی کو کم نہیں کیا۔

کچھ لوگ پبلک ٹرانسپورٹ پر جنس کی علیحدگی کو رجعت پسندی کے طور پر دیکھتے ہیں۔ شہری منصوبہ ساز منصور رضا نے زور دیتے ہوئے کہا کہ ''صرف خواتین کے لیے چلنے والی بسیں معاشرے میں بہتری نہیں لائیں گیں بلکہ وہ خوف کا احساس پیدا کریں گیں''۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت کو عوامی مقامات پر قانون کی حکمرانی کو مضبوط کرنے سے متعلق پالیسیوں پر عمل درآمد کرنے کی ضرورت ہے۔ جس سے دونوں جنسوں کا بقائے باہمی کو ممکن بنایا جاسکے گا۔ جو کراچی کی پہلے سے گنجان سڑکوں پر نئی بسیں متعارف کرانے سے کہیں زیادہ بہتر ہوگا۔

تاہم گلابی بسوں میں سفر کرنے والوں کے لیے ٹھوس فوائد کی طویل مدتی تبدیلی کی امید سے کہیں زیادہ ہیں۔ ایڈوکیٹ سمیعہ اشرف کہتی ہیں ''جب میں اس بس میں سفر کرتی ہوں تو مجھے سکون محسوس ہوتا ہے''۔

بسوں کو قیمت کا ایک ذریعہ اور ایک جمہوری جگہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے جہاں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والی خواتین ایک ساتھ بیٹھ کر نسبتاً حفاظت کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچ سکتی ہیں۔ دس سالہ صفیہ جو اپنی ماں کے ساتھ سفر کررہی تھی۔ بس میں اپنے لیے نشست حاصل کرنا ان کے لیے ایک نعمت تھی۔ جب وہ شہر کے قریب سے گزرنے والے مقامات کو دیکھتی ہیں تو وہ کہتی ہیں کہ ''میں نے حقیقت میں اپنے لیے ایک نشست حاصل کرلی ہے اور میں کھڑکیوں سے سب کچھ دیکھ سکتی ہوں''۔

یہ ایک آغاز ہے۔ لیکن نامکمل ہے۔ گلابی بسوں میں قابل اعتماد شیڈول اور مقررہ آمد و روانگی کے مقامات کے لحاظ سے ساخت کا فقدان ہے۔ خواتین اس بات کی شناخت نہیں کرسکتیں کہ بس اسٹاپ کہاں ہے اور اکثر انہیں گلابی بس میں سوار ہونے سے پہلے طویل انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اسٹریٹ لائٹنگ کی کمی کی وجہ سے بھی بس کا انتظار کرنا ایک مشکل کام ہے۔ شہری، شہریوں کے لیے بہتر تفریح کی جانب سے سال 2020ء میں کئی گئی تحقیق بعنوان 'موبلٹی فرام لینز آف جینڈر' کے مطابق اٹھاون اعشاریہ تین فیصد بلیو کالر کام کرنے والی خواتین بس اسٹاپ تک لمبے پیدل والے سفر سے ڈرتی ہیں۔

گلابی بسوں میں سوار خواتین بھی اپنے مقابلوں کی خوفناک کہانیاں شیئر کرتی ہیں۔ فائزہ احمد کہتی ہیں کہ ''میں کل جب بس کا انتظار کررہی تھی۔ دو آدمی آئے اور میرے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی نظریں مجھ پر ہیں''۔ بینک ملازم نے کہا کہ میں نے سرخ بس استعمال کرنے کا انتخاب کیا کیونکہ آنے والی گاڑی گلابی بس کے آنے کا انتظار نہیں کرسکتی تھی۔

ایشائی ترقیاتی بینک کے 2015ء کے مطالعے کے مطابق رات کو سفر کرنا ایک اور تشویش کا باعث ہے۔ اس سلسلے میں چالیس فیصد خواتین کا کہنا ہے کہ وہ غروب آفتاب کے بعد سفر کرنے سے گریز کرتی ہیں۔ تاہم گلابی بسوں میں سفر کرنے والوں کے لیے ٹھوس فوائد طویل مدتی تبدیلی کی امید سے کہیں زیادہ ہیں۔ انجینئرنگ کنسلٹنٹ اشعر لودھی کے نقطہ نظر میں گلابی بس ایک پبلسٹی پراجیکٹ سے زیادہ کچھ نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ ''خواتین کی نقل وحرکت سے متعلق پائیدار حل سیاسی فائدہ سے زیادہ اہم ہونا چاہیئے''۔

وریں اثناء ایم ڈی چنا کہتیں ہیں کہ ایس ایم ٹی اے ''بس اسٹاپ بنانے پر کام کررہا ہے۔ تاہم موجودہ راستہ چھاؤنی کے علاقوں سے گزرتا ہے جس پر ہم بغیر اجازت تعمیر نہیں کرسکتے۔ ہم نے حکام سے کہا ہے اور منظوری کا انتظار کررہے ہیں''۔

یہ کتنا جلد ہوتا ہے دیکھنا باقی ہے۔ فی الحال کراچی کی خواتین کی جانب سے گلابی بس کو خوش آئند اقدام کے طور پر سراہا جارہا ہے۔ یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ آیا یہ منصوبہ اپنا سفر جاری رکھتا ہے یا پاکستان کی خواتین کی نقل وحرکت کو بہتر بنانے سے متعلق کوشش تاریخی بدنامی بن جائے گی۔

غیر قانونی پلاٹوں کی کہانی

شہری رپورٹ

مارچ میں سندھ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی (SBCA) نے اپنے تمام ڈائریکٹرز (اضلاع اور علاقوں) کو ہدایت کی کہ وہ اپنے دائرہ اختیار میں غیر مجاز/غیر قانونی تعمیرات کی نشاندہی کرنے کیلئے سروے کریں۔ یہ واضح کیا گیا تھا کہ وہ پلاٹوں کی نشاندہی کریں، جنہوں نے غیر قانونی طور پر رہائشی پلاٹوں پر پورشنز تعمیر کر کے ان رہائشی پلاٹوں کا غیر قانونی استعمال کیا ہے۔ انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ تمام غیر قانونی تعمیرات اور تمام متعلقہ بلڈرز اور پلاٹ مالکان کے ساتھ ساتھ عمارت کے ضمنی قوانین اور منظور شدہ بلڈنگ پلانز کی خلاف ورزیوں کو نظر انداز کرنے میں ملوث افسران یا اہلکاروں کے خلاف تمام ضروری کاروائی کریں۔

اسی طرح 27 مئی 2022ء کو حکومت سندھ نے کراچی کے علاقے میں بروقت مسماری کی کاروائیوں اور نگرانی کے مناسب طریقہ کار کو یقینی بنانے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دے دی۔

کمیٹی کے ٹرمز آف ریفرنسز تھے

(الف) ڈسٹرکٹ/سب ڈویژن کمیٹیاں ایس بی سی اے کے افسران/عملے کے ساتھ مل کر اپنے اپنے دائرہ اختیار میں غیر مجاز تعمیرات کی تاریخ مرتب کریں۔

(ب) ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنر قانون نافذ کرنے والے اداروں اور ایس بی سی اے کے افسران/اہلکاروں کے ساتھ مل کر اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس 1979 کے تحت غیر مجاز، غیر قانونی عمارتوں کو اگلے حکم تک ہٹا دیں۔

(ج) متعلقہ ڈپٹی کمشنر ایس بی سی اے اور 1979 کے قانون کے نفاذ کو یقینی بنائیں اور ایسے رہائشی پلاٹوں پر قائم کردہ غیر مجاز منزلوں/حصوں کے غلط استعمال کیلئے مزید کاروائی کی سفارش کریں اور اس سے متعلق رپورٹ پیش کریں۔ انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ غیر مجاز

ضلعی منہدم کمیٹی		
۱	ڈپٹی کمشنر (متعلقہ)	چیئرمین
۲	سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (متعلقہ)	ممبر
۳	ڈائریکٹر ایس بی سی اے (متعلقہ)	ممبر
۴	اسسٹنٹ کمشنر (ذیلی ڈویژن متعلقہ)	ممبر
۵	رجسٹرار/ذیلی رجسٹرار (متعلقہ)	ممبر
۶	شہری ایجنسیوں کا نمائندہ	ممبر
۷	ضرورت کے تحت شریک ممبر	ممبر

ذیلی ڈویژن کمیٹی		
۱	ڈپٹی کمشنر (متعلقہ)	چیئرمین
۲	سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (متعلقہ)	ممبر
۳	مختیار کار	ممبر
۴	ذیلی ڈویژن پولیس آفیسر (متعلقہ)	ممبر
۵	اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایس بی سی اے (متعلقہ)	ممبر
۶	شہری ایجنسیوں کا نمائندہ	ممبر
۷	ضرورت کے تحت شریک ممبر	ممبر

نگراں کمیٹی		
۱	کمشنر کراچی	ممبر
۲	ایڈیشنل آئی جی کراچی	ممبر
۳	ڈائریکٹر ایس بی سی اے	ممبر
۴	چیئرمین اے بی اے ڈی	ممبر
۵	شہری ایجنسیوں کا نمائندہ	ممبر
۶	ضرورت کے تحت شریک ممبر	ممبر

تعمیرات اور تمام متعلقہ بلڈرز اور پلاٹ مالکان کے ساتھ ساتھ مذکورہ غیر قانونی عمل میں ملوث افسران اور اہلکاروں کے خلاف ضروری کارروائی کریں۔

(د) سندھ لینڈ ریونیو ایکٹ 1967ء کے تحت طے شدہ طریقہ کار کے مطابق مجاز/غیر قانونی عمارتوں کو ہٹانے کیلئے مسمار کرنے پر آنے والی لاگت لینڈ ریونیو کے بقایاجات کے طور پر خلاف ورزی کرنے والوں سے وصولی کی جائے گی۔

(ھ) چیف سیکریٹری سندھ کی صدارت میں ہونے والے اجلاس سے متعلق ڈی جی، ایس بی سی اے کے تمام افسران رابطہ کریں گے۔

(و) نگران کمیٹی ضلعی اور سب ڈویژنل کمیٹی کی کارکردگی کی ہفتہ وار رپورٹ چیف سیکریٹری سندھ کو پیش کرے گی۔

ان تمام احکامات اور کمیٹیوں کے باوجود رہائشی پلاٹوں پر غیر مجاز تعمیرات بالخصوص غیر قانونی حصوں (منزلوں اور حصوں) کا خطرہ عروج پر ہے۔ متعلقہ حکام ایس بی سی اے، ایس ایم پی اے، ضلعی انتظامیہ خلاف ورزی کرنے والوں (بلڈرز اور مالکان) کے خلاف کارروائی کرنے میں ناکام رہے۔ کے ڈی اے وفاقی وزارت برائے ہاؤسنگ اینڈ ورکس بطور کرایہ دار اپنی لیز کی خلاف ورزیوں سے پوری طرح آگاہ اور مطمئن ہے لیکن کچھ نہیں کرتی۔

پی ای سی ایچ ایس میں رہائشی پلاٹوں پر حصوں/فلیٹوں کی تعمیر				
نمبر	پلاٹ نمبر	تصاویر	خلاف ورزیاں	پیدا ہونے والے مسائل
01	پلاٹ نمبر 28-B، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	Plot No.28-B, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/لیز کی شرائط۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 2.1-25 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 5 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • 300-399 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر۔2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر-2002 کی منظور شدہ شق 25-9 میں واضح کیا گیا ہے۔	• پلاٹ 40 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
02	پلاٹ نمبر 31-C، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	Plot No.31-C, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/لیز کی شرائط۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے گراؤنڈ پلس دو منزلہ رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 2.1-25 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 7 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • 300-399 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر-2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر ۲۰۰۲ کی منظور شدہ شق 9-25 میں واضح کیا گیا ہے۔	• پلاٹ 40 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

پی ای سی ایچ ایس میں رہائشی پلاٹوں پر حصوں/فلیٹوں کی تعمیر

نمبر	پلاٹ نمبر	تصاویر	خلاف ورزیاں	پیدا ہونے والے مسائل
03	پلاٹ نمبر 31-D، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	 Plot No.31-D, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے گراؤنڈ پلس دو منزلہ رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 2.1-25 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 7 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • 300-399 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر-2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر-2002 کی منظور شدہ شق 9-25 میں واضح کیا گیا ہے۔	• پلاٹ 40 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
04	پلاٹ نمبر 61-M، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (400 مربع گز)	 Plot No.61-M, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • اس وقت چبوترہ کی شکل میں اس کی تعمیر جاری ہے۔ • لیز صرف ایک خاندان کی رہائش کے لیے ہے۔ جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔	• پلاٹ 40 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
05	پلاٹ نمبر 71-M، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (400 مربع گز)	 Plot No.71-M, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • اس وقت چبوترہ کی شکل میں اس کی تعمیر جاری ہے۔ • لیز صرف ایک خاندان کی رہائش کے لیے ہے۔ جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔	• پلاٹ 60 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
06	پلاٹ نمبر 76-A، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (400 مربع گز)	 Plot No.76-A, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے گراؤنڈ پلس دو منزلہ رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو کہ نا قابل معافی ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد کے مطابق کم از کم سامنے کی کھلی جگہ 4 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ ہونا چاہیئے۔ • 400-499 مربع گز کے پلاٹوں کی تعمیر پر ان قواعد پر عمل درآمد لازمی ہونا چاہیئے۔	• پلاٹ 60 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
07	پلاٹ نمبر 79-M، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (400 مربع گز)	 Plot No.79-M, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے گراؤنڈ پلس دو منزلہ رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو کہ نا قابل معافی ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد کے مطابق کم از کم سامنے کی کھلی جگہ 4 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ ہونا چاہیئے۔ • 400-499 مربع گز کے پلاٹوں کی تعمیر پر ان قواعد پر عمل درآمد لازمی ہونا چاہیئے۔	• پلاٹ 60 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

پی ای سی ایچ ایس میں رہائشی پلاٹوں پر حصوں/فلیٹوں کی تعمیر

نمبر	پلاٹ نمبر	تصاویر	خلاف ورزیاں	پیدا ہونے والے مسائل
08	پلاٹ نمبر 112-H، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	Plot No.112-H, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/لیز کی شرائط۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 25-2.1 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 5 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • 399-300 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر۔2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر 2002 کی منظور شدہ شق 25-9 میں واضح کیا گیا ہے۔	• پلاٹ 40 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
09	پلاٹ نمبر 113-E، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	Plot No.113-E, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/لیز کی شرائط۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 25-2.1 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 5 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • 399-300 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر۔2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر 2002 کی منظور شدہ شق 25-9 میں واضح کیا گیا ہے۔	• پلاٹ 40 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
10	پلاٹ نمبر 114-U، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	Plot No.114-U, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/لیز کی شرائط۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 25-2.1 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 5 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • 399-300 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر۔2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر 2002 کی منظور شدہ شق 25-9 میں واضح کیا گیا ہے۔	• پلاٹ 60 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
11	پلاٹ نمبر 117-S، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	Plot No.117-S, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/لیز کی شرائط۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 25-2.1 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 5 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • 399-300 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل	• پلاٹ 30 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

نمبر	پلاٹ نمبر	تصاویر	خلاف ورزیاں	پیدا ہونے والے مسائل
			پی ای سی ایچ ایس میں رہائشی پلاٹوں پر حصوں/فلیٹوں کی تعمیر	
			کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر۔2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر 2002 کی منظور شدہ شق 25-9 میں واضح کیا گیا ہے۔	
12	پلاٹ نمبر 121-U، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	 Plot No.121-U, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 2.1-25 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 5 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • 300-399 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر۔2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر 2002 کی منظور شدہ شق 25-9 میں واضح کیا گیا ہے۔	• پلاٹ 40 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
13	پلاٹ نمبر 127-U، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	 Plot No.127-U, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • اس وقت چبوترہ کی شکل میں اس کی تعمیر جاری ہے۔ • لیز صرف ایک خاندان کی رہائش کے لیے ہے۔ جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔	• یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
14	پلاٹ نمبر 131-A، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (200 مربع گز)	 Plot No.131-A, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 2.1-25 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 5 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • 300-399 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر۔2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر 2002 کی منظور شدہ شق 25-9 میں واضح کیا گیا ہے۔	• پلاٹ 60 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
15	پلاٹ نمبر 144-M، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (1000 مربع گز)	 Plot No.144-M, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • تعمیر صرف زیریں منزل کی اجازت ہے۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 2.1-25 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 15 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 10 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ 1000 مربع گز کے پلاٹوں پر عمل درآمد لازمی ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر گراؤنڈ پلس ون فلور ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن بنا کر بلڈر عوامی طور پر فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔	• پلاٹ 60 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

پی ای سی ایچ ایس میں رہائشی پلاٹوں پر حصوں/فلیٹوں کی تعمیر				
نمبر	پلاٹ نمبر	تصاویر	خلاف ورزیاں	پیدا ہونے والے مسائل
16	پلاٹ نمبر C-160، بلاک نمبر 3، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (2000 مربع گز)	Plot No.160-C, Block-3, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے گراؤنڈ پلس ون رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 2.1-25 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 5 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ • 399 مربع گز تک پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر۔2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر 2002 کی منظور شدہ شق 9-25 میں واضح کیا گیا ہے۔	• پلاٹ 40 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہوگئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔
17	پلاٹ نمبر B-217، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ (300 مربع گز)	Plot No.217-B, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi.	• اراضی کی الاٹمنٹ/ لیز کی شرائط۔ • کھلی جگہ کا ناجائز تصرف جو غیر قانونی تعمیراتی علاقہ ہے۔ کے بی ٹی پی آر کے قواعد 2.1-25 کے مطابق کم از کم کھلی جگہ سامنے سے 5 فٹ، اطراف سے 5 فٹ اور عقب سے 7 فٹ چھوڑنا لازمی ہے۔ 300-399 پلاٹ کی تعمیر پر ان قواعد پر عمل درآمد کرانا ضروری ہے۔ • پلاٹ کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی وصولی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے بی ٹی پی آر ۔2002 کے شیڈول اے۔9 میں کے بی ٹی پی آر 2002 کی منظور شدہ شق 9-25 میں واضح کیا گیا ہے۔ • رہائشی پلاٹ پر پورشن/فلیٹس کی تعمیر جبکہ ایس بی سی اے نے رہائشی بنگلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔	• پلاٹ 40 فٹ سے کم چوڑی رہائشی سڑک پر واقع ہے۔ جہاں نو پارکنگ ہے۔ • یہاں پر پانی اور گیس کی شدید قلت ہے اور سیوریج لائنیں بھی بوسیدہ ہوگئی ہیں۔ شہری سہولیات کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قسم کے طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

کے بی ٹی پی آر 2002 (ضابطہ 2-25) میں بتایا ہے کہ رہائشی پلاٹوں پر کتنے فلور تعمیر کیے جاسکتے ہیں۔

2.1-25 کے تعمیراتی بلک معیار

تمام رہائشی مکانات، بنگلے اور عمارتیں بنانے والے ان ہدایات پر سختی سے عمل کریں گے ماسوائے شق 9-25 میں آنے والے پلاٹوں کے۔ تاہم 399 مربع گز تک کے پلاٹوں کے سلسلے میں دوسری منزل کی تعمیر کی اجازت اضافی فلور چارجز کی ادائیگی کے بعد دی جائے گی۔ جیسا کہ کے جی اور ٹی پی آر کے شیڈول میں واضح کیا گیا ہے۔

کے بی ٹی پی آر 2002 کے مطابق مقرر کردہ تعمیراتی علاقہ					
پلاٹ کا رقبہ	تعمیراتی رقبہ	تناسب	کم سے کم سامنے کا کھلا علاقہ	کم از کم اطراف سے کھلا علاقہ	کم سے کم عقب سے کھلا علاقہ
59 مربع گز (49.5 مربع میٹر)	85 فیصد	1:2	-	-	-
60 سے 119 مربع گز	70 فیصد	1:2	-	-	-
120 سے 199 مربع گز	70 فیصد	1:2	3 فٹ	-	3 فٹ
200 سے 299 مربع گز	65 فیصد	1:2	5 فٹ (1.5 میٹر)	5 فٹ ایک طرف	7 فٹ (2.13 میٹر)
300 سے 399 مربع گز	65 فیصد	1:1.8	5 فٹ (1.5 میٹر)	5 فٹ ایک طرف	7 فٹ (2.13 میٹر)
400 سے 499 مربع گز	65 فیصد	1:1.3	7 فٹ	5 فٹ	7 فٹ
500 سے 599 مربع گز	50 فیصد	1:1	10 فٹ	7 فٹ	7.5 فٹ
1000 مربع گز اور زائد	50 فیصد	1:1	15 فٹ	7 فٹ	10 فٹ
3347.55 سے 4064.89 مربع گز	50 فیصد	1:2	15 فٹ	7 فٹ	10 فٹ

شہری۔شہری برائے بہتر ماحول__ایک تعارف

شہری۔سی بی ای (شہری برائے بہتر ماحول) کراچی میں قائم ایک رضا کارانہ تائیدی گروہ ہے جسے حساس اور ہمدرد شہریوں نے 1988ء میں قدرتی ماحول کی تباہی اور اسے دوبارہ تعمیر کرنے کے متعلق اپنے خدشات اجاگر کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔

شہری غیر قانونی تعمیرات درجہ بندی کی خلاف ورزیوں اور ان سے متعلق علامات مثلاً گندے پانی کی نکاسی، ناجائز تجاوزات، پارکنگ اور انفرا اسٹرکچر، سے نمٹنے پر خصوصی زور دیتا ہے۔ شہری۔ سی بی ای باقاعدہ اداروں اور حکومتی ایجنسیوں کی نگرانی کرتا ہے اور سول سوسائٹی کی ایسا ہی کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

کامیابیاں

سندھ سینئر سٹیزن ویلفیئر بل 2014ء کی منظوری، کلفٹن روڈ کی اعلان کردہ سڑک چوڑی کرنے کی جگہ پر گلاس ٹاور کی غیر قانونی تجاوزات کا انہدام۔

منگھو پیر روڈ پر گٹر باغیچہ کی 680 ایکڑ اراضی کا تحفظ۔ یہ لیاری کے کم آمدنی والے گنجان آباد علاقے کی، جس میں تقریباً دس لاکھ افراد رہائش پذیر ہیں، سب سے بڑی کھلی تفریحی جگہ ہے۔

کراچی کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی یونین میں کڈنی ہل پارک کی 62 ایکڑ اراضی بشمول کے ڈبلیو ایس بی کی اعلان کردہ تنصیبات کی 18 ایکڑ اراضی کا تحفظ۔

کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی (کے بی سی اے) کی نگران کمیٹی اور ایک عوامی معلوماتی کاؤنٹر کا قیام۔

کراچی اور سندھ میں کراچی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے 11 اور سندھ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے 15 بس ڈپوؤں کی کمرشلائزیشن اور فروخت کو رکوانا۔ آج کل یہ پلاٹ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی بین الشہر بسوں کے اڈّے اور ٹرانسپورٹ سے متعلق دیگر سرگرمیوں کے لیے استعمال کر رہی ہے۔

لائنز ایریا کراچی میں کھیل کے میدان (میکرو) ویب گراؤنڈ کا تحفظ۔

باغ ابنِ قاسم کلفٹن کے رفاہی پلاٹ میں کوسٹالینا اپارٹمنٹ کے ڈھانچے کا انہدام۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی نے اب یہاں ایک پارک بنا دیا ہے۔

لاہور میں ڈونگی گراؤنڈ پارک/کھیل کا میدان کی کمرشلائزیشن کی روک تھام۔

لاہور بچاؤ تحریک کے ایک حصے کے طور پر کینال بینک توسیع منصوبے سے ہونے والے نقصان کی مقدار کو کم کرنا۔

کوئٹہ میں زلزلے کے جھٹکے سے بچاؤ کے تعمیراتی قانون کی دوبارہ توثیق۔

شہری۔ پولیس باہمی عمل میں شراکت، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور پولیس اصلاحات پر پاکستان بھر سے تقریباً 1600 پولیس اہلکاروں کی تربیت۔

گزشتہ سالوں میں مسلّمہ ماحولیاتی خلاف ورزیوں سے متعلق مقدمات میں شہری کی ماہرانہ خدمات کو اعلیٰ عدالتوں نے تسلیم کیا ہے اور اسے (aimicus curiae) 'عدالت کا دوست' کے خطاب سے نوازا ہے۔

اہداف/ مقاصد

ایک آگاہ اور باعمل سول سوسائٹی، اچھی حکمرانی، شفافیت اور قانون کی حکمرانی کا قیام۔

سرکاری پالیسیوں کے اثر اور ان پر تحقیق، دستاویزی بنانے اور مکالمہ کرنے کو بڑھاوا دینا۔

ایک مؤثر اور نمائندہ مقامی حکومت کے نظام کو مستحکم کرنا۔

کرچی شہر کے لیے ایک نمائندہ ماسٹر پلان/زوننگ پلان کی تیاری اور ان پر مؤثر عملدرآمد۔

معاشرے میں بنیادی انسانی حقوق کی پابندی۔

شہری کیسے کام کرتا ہے؟

ایک رضا کارانہ انتظامی کمیٹی جسے جنرل باڈی کے ذریعے ایک دو سالہ مدت کے لیے منتخب کیا جاتا ہے، جو کھلے اور جمہوری اصولوں پر انتظامی امور کی انجام دہی کرتی ہے۔ رکنیت (ممبرشپ) ہر خاص و عام کے لیے کھلی ہیں جو شہری کے اہداف اور اغراض و مقاصد اور یادداشت (میمورنڈم) سے متفق ہیں۔

شہری کے لیے رضا کاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھ ذیلی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- قانونی معاملات/امور
- میڈیا اور بیرونی روابط
- دس لاکھ درختوں کی شجر کاری مہم
- ثقافتی ورثہ کا تحفظ اور بحالی
- مالی حصول
- اسلحہ سے پاک معاشرہ

شہری میں شمولیت اختیار کیجئے

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لیے
مبلغ -/5000 روپے کے کراس چیک کے تحت
(سالانہ ممبرشپ فیس)
بنام شہری۔سی بی ای بمع پاسپورٹ سائز فوٹو
پتہ: R-88، بلاک 2، پی ای سی ایچ ایس،
کراچی۔ 75400
ٹیلیفون/فیکس 92-21-3453-0646

نام ____________________

ٹیلی فون (گھر) ____________________

ٹیلی فون (دفتر) ____________________

ایڈریس ____________________

پیشہ ____________________

شہری کی رکنیت

2022ء کے لیے اپنی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔

''شہری۔سی بی ای'' میں شرکت کریں اور بطور اچھے شہری اس شہر کو صاف رکھنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لیے مدد کریں۔